این ہماں سنگ است کہ بر سر من بلا سبب زدہ بود (قول محمود)

عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رأیتنی اللیلة عند الکعبة فرأیت رجلا آدم کاحسن ما انت راء من ادم الرجال له لمة کاحسن ما انت راء من اللمم قد رجلها فهی تقطر ماء متکئا علی عواتق رجلین یطوف بالبیت فسألت من هذا فقالوا هذا المسیح بن مریم الحدیث متفق علیه

فیه اشعار بان احدا لا یستغنی من هذا الجناب ولا یفتح لهم غرض الا من هذا الباب

لهنا ایضا خلف من بعد المسیح الموعود خلف اسمه محمود راسه ماءوف بالضربة الغیبیة کما کان ابرهة مشرم الانف والجبین یرید ان یستاصل طواف بیت الله الذی کان یطوف المسیح متکئا علی عواتق رجلین لانه یعتقد ان مصداق البشارة التی فی القرآن لم تکن لخاتم النبیین وهو ایمانه القطعی و یکفر جمیع مسلمی العرب والعجم ومومنیهما ویؤمن ایمانا قطعیا بان المسیح الموعود کان نبیا حقیقیا وهذه المسائل الثلاث مضادة لطواف المسیح کما برهن فی الرسائل

رسالہ عجالہ

السراج الوهاج فی بیان المعراج

من رشحات قلم

احسن المناظرین

انڈین سٹیم پریس لاہور میں طبع ہو کر
مرجع الیہا مؤمنین کا ہوا

ملک الیمن وکان اسمه الاشرم لان انفه وجبینه کانا مشرومین قال الطیبی جاء مکة لیهدم بیت الله ومعه الفیل الاعظم الذی یقال له محمود وهو الذی کان اعظم من افیال الدنیا فاتاه سید القریش فقال ان هذا بیت الله لم یسلط علیه احد قال لا ترجع حتی نهدمه ثم رجع سید قریش و دعا بالتضرع والبکاء یا رب لا ارجو سواک یا رب فامنع عنهم حماک فکان ما کان

وهذا المذهب فی المسائل الثلاث کما یضاد طواف المسیح الکعبة الصادقة الکتاب والسنة واجماع الامة المحمدیة المرحومة باجمعها ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا فانظروا المراد من طواف المسیح۔ فی ازالة الاوهام وغیرها۔

سله ابرهة ۱۲ سله ۱۵ یجاوز شحمة الاذن من الشعر سله ۵ جمع عاتق وهو المنکب ۱۲

سله این جہاں کوہست وفعل ماندا ۔ باز می آید ندا ہا را صدا

اشتہار قرآن مجید انگریزی مع متن خوشخط

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق

اے علوم قرآن کے طالبو جو انگریزی داں ہو اور اے انوار دارین کے ڈھونڈھنے والو انگلش پڑھے ہوئے جنٹلمینو تمکو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔ یعنی قرآن کا علم جاننے والے اور اوس کا علم نہ رکھنے والے دونوں برابر ہرگز نہیں ہو سکتے اور یہ بھی آپ جانتے ہوں گے کہ۔ ہل تستوی الظلمات والنور۔ کہ اندھیرا اور نور ہرگز برابر نہیں ہو سکتے یعنی عالم قرآن اور اوس کا جاہل کیونکر برابر ہو سکتے ہیں دیکھو وہ نور جو فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا تھا اور یورپ و امریکہ ممالک مغارب اب تک اوس سے محجوب تھے۔ اس آخر زمانہ میں وہ مثل آفتاب عالمتاب اب واں پر بھی طلوع ہو گیا۔ ولنعم ما قیل ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علی افق العلی لاتغرب

تمکو یہ بھی معلوم ہو گا کہ جو پیشین گوئی حضرت خاتم النبیین سید المرسلین کی تھی کہ آخر زمانہ میں دین اسلام کا نور مغارب ارض میں بھی اپنی چمکار دکھلا دے گا وہ پیشین گوئی اب پوری ہو رہی ہے اور نیز مجدد وقت کی دعائیں اور آرزوئیں اور پیشین گوئیاں بھی اپنے کمال کو پہونچ رہی ہیں اور کتاب الولی ذوالفقار علی کی چمکار دنیا بھر میں کیسے چمک رہی ہے اور علی رغم المنکرین الہام (میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا) کیسے اپنی چمکار دنیا بھر میں دکھلا رہا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

دو کنگ یورپ تک اب کمال دین ہی کا ڈنکا بج رہا ہے اور محمد اور علی کے ہاتھ وہ چمکار ذوالفقار علی کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بڑے بڑے مفتی اپنی اوقات عمر کو مفت میں ضایع کر رہے ہیں اور علی رغم النعم۔ قدرت ثانی کا ظہور ہوتا ہوا چلا جاتا ہے ؎

غرض رکھتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

ولنعم ما قیل ؎

کلاہ خسروی و تاج شاہی بہر کل کے سزد حاشا وکلا

پس اے اہل اسلام اس سعادت دارین کو بعوض چند درہم فانی و دانی کے حاصل کرو اور ذوق و شوق کے ساتھ اس شعر کو پڑھتے رہو ؎

جمال چند دادم جاں خریدم بنام ایزد عجب ارزاں خریدم

اے اہل اسلام اس قرآن مجید کی تلاوت کر کر دجال اعور سے پناہ مانگو۔

قیمت قسم اول عہ ؎ قسم دویم ۸ ؎

مہتمم بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور احمدیہ بلڈنگس

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمہید ضروری

ایہا الاحباب! بعض صاحبان اہل غلو ہمارے احمدی ہونے میں شبہ کرتے ہیں اور بعض ہمکو احمدیت سے خارج کرنا چاہتے ہیں اور صاحبزادہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ اس فریق سے جان اور ہاتھ چلا جاتا ہے یا اٹھ گیا ہے ان کے شبہات ایسے ہیں جیسے عیسائی لوگ اہل اسلام کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے منکر ہیں حالانکہ ہم حضرت عیسیٰ کے ہرگز ہرگز منکر نہیں ہیں اور جو انکی شان اصلی ہے اوس پر ہمارا ایمان ہے، علیٰ ہذا القیاس اہل تشیع اہلسنت کو منکر ہونے اہلبیت کرام کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ ہمکو اونکے ساتھ بڑی عقیدت اور ارادت ہے تاہم جو اون کی شان میں غلو کرتے ہیں اوسکو تسلیم نہیں کرتے علیٰ ہذا یہ صاحبان ہماری نسبت حضرت مسیح موعود کے انکار کا الزام لگاتے ہیں اس لئے اس مضمون میں صرف اون مسائل کا جنمیں اختلاف ہے لکھدینا ضروری ہے۔ اول اہل غلو کا اعتقاد یہ ہے کہ جو پیشین گوئی سورۂ صف میں مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ہے اسکے مصداق حضرت خاتم النبیین ہرگز نہیں ہو سکتے حضرت مرزا صاحب ہیں اور اس مسئلہ کو ایمانیات سے قرار دیا ہے (دار از خلافت) ہم اس کو نہیں مانتے جس کے دلائل قاہرہ ہماری کتابوں میں شایع ہو چکے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نفس نبوت میں مسیح موعود اور پہلے رسولوں میں کوئی فرق نہیں اور قرآن کریم اور الہامات مسیح موعود میں تقدم تأخر کا سوال ہی نہیں ہو سکتا دونوں مساوی ہیں اور خدا تعالیٰ کے کلام ہیں تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جملہ اہل اسلام جنکا مسیح موعود پر ایمان نہیں وہ سب کافر خارج از اسلام ہیں۔ ہم ان دونوں مسئلوں کو بھی نہیں مانتے براہین باہرہ ہماری طرف سے ان دونوں مسئلوں کے متعلق بھی شایع ہو چکی ہیں آنخدمت احباب عالیہ میں گذارش ہے کہ اس جگہ پر اگر کوئی صاحب اعتراض تحریر کرنا چاہیں تو اول ہمارے دلائل شایع شدہ سے فراغت حاصل کرلیں تب پھر کوئی اعتراض کریں اور اگر اعتراض ہی کرنے پر مصر ہوں تو ایک جلسہ علیحدہ قایم ہو اوس کے لئے یہ تجویز ہوگی کہ میری کتابوں سے مضمون استدلال پڑھا جاویگا پر اوس کے معترض صاحب بشرط اجازت تحریری و دستخطی میاں صاحب جلسہ کے اوس کا جواب اوسی جلسہ میں تحریر کر کے مجھ کو عنایت کر دیں گے میری کتابیں تو شایع شدہ موجود ہیں اور انکا مضمون بھی سو میرے مضمون کے پھر شایع ہو جاویگا کیونکہ میں تو فارغ ہو چکا ہوں تحصیل حاصل سمجھ کر اب لغو سمجھتا ہوں والذین ہم عن اللغو معرضون

([illegible] آپکا علم قدیم جو مصداق حضرت مسیح موعود کے الہام لنحیینک حیوۃ طیبۃ ثمانین حولا او قریبا من ذلک)

اور غیر احمدی صاحبان کی خدمت میں بھی میری یہی التماس ہے کہ مخلد کتب مصنفہ خاکسار کے ایک چھوٹے سے رسالہ کشتہ فردوسی رامپوری کا بھی جواب اسی شان مذکورہ سے لکھ دیویں کیونکہ ابو الوفا صاحب کو بڑا فخر ہے کہ اکثر لوگوں کے ساتھ مناظرہ اور اپنا غلبہ بحکم برعکس نہند نام زنگی کافور

ایں جہاں کوہ ست فعل ما ندا   باز می آید ندا ہا را صدا

حدیث صحیح ابوداؤد سے چند فتنوں کی پیشین گوئیاں کا وقوع جو زمانہ حال میں ہو رہا ہے۔ حضرت خاتم النبیین نے اس زمانہ کے چند فتنوں کی پیشینگوئی فرمائی ہے جو واقع ہوئی اور ہو رہی ہیں۔ اوّل فتنۂ الاحلاس جسمیں بڑی شدت کیفیت اور کثرت کمیت کے ساتھ ہرب اور حرب واقع ہوگا۔ یہہ فتنہ تو غدر کا فتنہ ہے۔ پھر فتنہ سراء جو عیش و آرام اور امن کے وقت میں واقع ہوگا۔ یہہ فتنہ حضرت مرزا صاحب کی تکفیر کا فتنہ ہے جس میں اکثر اُمت محمدیہ مبتلا ہو گئی۔ اسی فتنہ کے زمانہ میں ایک دخان پیدا ہوگا جو زیر دونوں قدموں اوس آدمی سے پیدا ہوگا جو میری اہلبیت میں سے ہے یعنی مرزا صاحب۔ اور وہ دخان یہہ زعم کرے گا کہ وہ بھی مجھ میں سے ہے اور وہ مجھ میں سے نہ ہوگا کیونکہ میرے اولیا صرف متقی ہی ہوتے ہیں۔ یہہ فتنہ محمودی ہے۔ لیکن لوگ اس دخان سے بسبب ایک رجل نرم خو کے باہم صلح کار رہیں گے کیونکہ وہ رجل فطرتاً بڑا نرم دل اور صلح جو ہوگا جیسا کہ سرین ہڈیوں پسلیوں کی نسبت نرم ہوتا ہے۔ یہہ وہ دخان ہے جو حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے وقت میں پیدا تو ہو گیا تھا لیکن حضرت مولانا موصوف کے سبب سے دونوں فریق کا کوئی نزاع باہم نہ ہونے پایا۔ پھر اس کے بعد وہ دخان سخت تاریک در تاریک اور مظلم ہو جاوے گا اور ہر ایک صبح شام میں کوئی مومن ہوتا رہے گا اور کوئی کافر۔ یہاں تک کہ لوگ دو بستیوں میں جدا جدا ہو جاویں گے۔ ایک بستی میں ایسے لوگ جدا ہو جائیں گے جنمیں ایمان ہوگا یعنی قرآن ہی قرآن ہوگا جو لورب تک شائع ہو جاوے گا اور دوسری بستی میں سوائے نفاق کے ایمان نہ ہوگا یعنی قرآن مجید کی اشاعت اُن سے نہ ہو سکیگی۔ پھر ایسے فتنہ کے بعد دجال کے تم منتظر رہو یعنی اُن صد حدیثوں کو یاد رکھو جنمیں دجال کذا بوں کی خبر دی گئی ہے۔ یہ حاصل ترجمہ ہے اوس حدیث کا جو بروایت رجال صحیح ابوداؤد میں موجود ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی مندرج ہے۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار" دیکھو شرح اس حدیث کی "پیغام صلح" جلد نمبر ۵ نمبر ۴۸ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۷ء

محمد احسن

هو اللہ

معجزہ عظیم الشان معراج رسول انس وجان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دعائے اوّل

اَللّٰھُمَّ لَا تُفَرِّقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ حَتّٰی تُدْخِلَنَا مُدْخَلَہٗ وَاجْعَلْنَا مِنْ رُفَقَائِہٖ مَعَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ اَحِبَّائِہٖ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ کَمَا اٰمَنَّا بِہٖ وَلَمْ نَرَہٗ ؕ

دعائے دوم

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ آمین یا ربّ العالمین

ایّہا الاحباب حضرت سید المرسلین خاتم النبیّین کی جو معراج شریف کتاب و سنّت میں متعدد جگہ مذکور ہے وہ ایک بڑا معجزہ عظیم الشان ہے جسکے آثار و علامات قیامت تک باقی رہیں گے۔ غالیان مبایعین اس معجزہ عظیم الشان کی عظمت سے ایک ذرہ بھر بھی واقف نہیں جو حضرت مسیح کے اس قول مَنْ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْمُصْطَفٰی فَمَا عَرَفَنِیْ وَمَا رَاٰی کو اخذ کر دعویٰ مساوات خاتم النبیّین کے ساتھ کرتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کی نبوت کو نبوت حقیقی اعتقاد کرتے ہیں اور بشارت عیسوی مندرجہ سورت صف کو بڑے زور شور کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی عیسیٰ اصلی اور حقیقی طور پر حضرت مرزا صاحب ہی کے لئے ہے۔ لاغیر اور نعوذ باللہ ... کے علاوہ

اسلام کو اس کے مناظرہ کے لئے مدعو کرتے ہیں (انوار خلافت) اگر اس عظمت خاتم النبیین سے ذرہ بھر بھی واقف ہوتے تو ایسے اشعار حضرت کو بار بار لذت کے ساتھ پڑھتے ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم — یک قطرۂ زبحر زلال محمدؐ است
شان احمدؐ را کہ داند جز خداوند کریم — آں چناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال — چوں دل احمدؐ نمی بینم دگر عرش عظیم

وغیر ذالک من الاشعار یہ معجزہ عظیم الشان وہ ہے جس کو حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم صاحب شریعت نبی معلوم کر کر رونے لگے دیکھو مسلم کو۔ اُن کے رونے کی وجوہ شارحین حدیث نے متعدد لکھی ہیں مگر خاکسار کہتا ہے کہ وجہ اُن کے رونے کی یہ تھی کہ وہ اُن کی اُمت بنی اسرائیل جس کی نسبت ارشاد ہے یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ؁ یہ میری اُمت صاحب فضیلت بلحاظ دین و دنیا کے آمد بسبب نہ لانے ایمان خاتم النبیین پر ایسی ذلیل و خوار ہونے والی ہے جس کی نسبت ارشاد ہے کہ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؁ یہ ذلت اپنی اُمت کی اُن کو معلوم کرا دی گئی تھی چنانچہ حدیث مسلم بھی اس کی طرف اشارہ لطیفہ کر رہی ہے۔ اور آیات معراج سورہ بنی اسرائیل کے اوائل ہی میں مذکور ہے عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ؁ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں بھی اس مسئلہ میں کچھ اختلاف ہے غیر احمدی ہم کو یہ الزام دیتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب معراج کے منکر ہیں نعوذ باللہ منہ یہی تو ایک مسئلہ عالم ارواح ملأ اعلیٰ اور ملکوت کا ایسا ہے جس سے مناسبت اس وقت میں حضرت مسیح موعود کو ایسی تھی کہ بظاہر دنیا بھر میں کسی متنفس کو حاصل ہوئی معلوم نہیں ہوتی ومن ادعی فعلیہ البیان پھر وہ کیونکر منکر ہو سکتے تھے۔ افسوس کہ غیر احمدیوں نے بھی حقیقت معراج پر نظر نہیں کی ورنہ ایسے اختلافات سے جو صحابہؓ میں بھی تھا وہ ایسا نزاع بے سود نہ کرتے۔ میری اُن سے یہ عرض ہے کہ سمجھنا اگر اسی جسم عنصری کے ساتھ ایک شب میں آپ کو معراج حاصل ہوئی تو چند منٹ میں

وہ معجزہ ہو گذرا اور جو ذرّہ بھر ایک صدی کے بعد ہی افسانہ کی شکل ہو گیا مگر اُن کے نزدیک اس معراج کے قیامت تک کے آیات و نشانات کون سے باقی رہے جو مخالفین پر حجت ہو سکیں بینوا توجروا بلکہ اس زمانہ دہریت اور الحاد میں تو اس پر اصرار کرنا از موجب ابتلا و تکذیب کا ہے۔ کیا تمہارے نزدیک عرش بلقیس ایک طرفۃ العین میں حضرت سلیمانؑ کے پاس نہیں آ گیا تھا اور ہو گذرا۔ پھر بیت المقدس تک چند منٹوں میں مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ تک سیر کرنا بھی ایک ایسا ہی معجزہ ہوتا ہے جو گذر گیا

لیکن میرے نزدیک یہ معجزہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مع اپنی آیات صادقہ اور نشانات واقعہ کے اب بھی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا کما سیأتی بیانہ کیونکہ آپ حیات النبیؐ ہیں اس لئے معراج کی بیداری اور رویا اور جسم یا روح کے بارہ میں اختلاف کرنا ایک نزاع لفظی ہے اصل مقصود کو جو معراج سے ہے اُس پر نظر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اختلاف تو مابین حضرت عائشہؓ وغیرہ اور صحابہؓ کا بھی رہا ہے اور سرمدؒ کا ایک قول مشہور ہے جو امتی تھے اور بزرگ تھے۔ ملا گوید احمدؐ بر فلک شد۔ سرمد گوید فلک در احمدؐ شد۔ ہمارے ایسے ہی اختلافات کی نسبت حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ | چوں ندیدند حقیقت درِ افسانہ زدند

پس اختلاف کرنا بیداری و رویا میں یا مع جسم یا روح پر فتوح کا معراج میں ہونا کوئی چیز نہیں ہے اور مطلق جسم کا انکار کون کر سکتا ہے یہ جسم عنصری نہیں تو اور جسم سہی ؎

آں توئی کہ بے بدن داری بدن | پس مترس از جسم جاں بیروں شدن

اب میں مختصر طور پر جو مقصود اس معراج سے تھا بحولہ و قوتہ تعالیٰ اُس کو بیان کرنا چاہتا ہوں و بہ نستعین۔ واضح ہو کہ جسقدر آپ کے عروج دین و دنیا کے امور کی بابت جو اس معراج میں آپ کو دکھائے گئے ہیں وہ آپ کے عروج کے لئے اور آپ کے دین کی ترقی کے لئے اور آپ کی امت کے عروج کے لئے پیش خیمہ تھے اور پھر ایسی حالت میں دکھائے گئے کہ روشن ظاہری سے ہر ایک انسان بجز مومن کامل کے اُس کو بعید ہی سمجھے اور بعید خیال کرے مثلاً یہی آیت ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

الَّذِی بَارَکْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیَهُ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔ تو اس اسراء
اراءت اور رویت سے مقصود یہ تھا کہ مکہ معظمہ سے ملک شام تک جسقدر ممالک اور بلاد ہیں
وہ سب کے سب آپ کے تصرف دین اسلام اور سلطنت یا خلافت میں آجاویں گے اور ایسی
حالت میں ایک بشارت آپ کو دی گئی کہ نہ آپ کے پاس کوئی خزانہ تھا نہ فوج تھی نہ لشکر تھا صرف
چند مساکین اور غربا وہ بھی اُمّی نہ قوانین سلطنت کا علم نہ انبیاے ماسبق کے علوم سے واقف
کمزور ایسے تھے جو خود بسبب دخول دین اسلام بہت ستائے جاتے تھے دیکھو آپ کی حالت کل کو
کیونکہ معراج قبل ہجرت ہی کے واقع ہوئی ہے جو نہایت عسرت و عسرت کا زمانہ تھا اور کسی کے
خیال میں بھی وہ عروج جو آپ کی حیات میں اور آپ کے خلفاء ثانی نبوت کے زمانہ میں حاصل ہوا
وہم و گمان میں نہ آسکتا تھا چہ جائے اُس عروج کے جو بعد کو واقع ہوا اور تمام مشارق و مغارب
میں دین اسلام کا ڈنکا بجنے لگا اس لئے اس کا نام معراج رکھا گیا ہے جو صیغہ آلہ کا ہے مشتق
عروج سے اور اب تک باوجود ضعف اسلام اور اہالی اسلام کے اُن ملکوں میں دین اسلام شایع
ہو رہا ہے جن میں سوائے شرک۔ بدعت۔ دہریت۔ الحاد اور غفلت کی تاریکیوں کے اور کچھ تھا
ہی نہیں۔ چونکہ معراج ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ ہوئی ہے جس کا ذکر احادیث اصح الصحاح
اور صحاح میں موجود ہے وہ سب امور جو آپ کو ان معراجوں میں دکھائے گئے ہیں اب تک
واقع ہوئے اور قیامت تک واقع ہوتے رہیں گے۔ اور آسمانوں پر کی معراج جن سے مراد
منازل عالیہ ہیں اُس میں جو امور آپ کو دکھائے گئے اُن سے مراد وہ علوم ہیں جو کتاب و سنت
سے متعلق ہیں ان علوم میں کوئی امت موسوی ہو یا عیسوی یا اور کوئی امت ہو دعویٰ برابری کا
ہرگز ہرگز نہیں کر سکتی و من ادعیٰ فعلیہ البیان اور یہ دعویٰ تحدی کے ساتھ ہر ایک قوم کے
روبرو پیش کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ان معراجوں کی یہ تعبیرات جو اب تک واقع ہوئیں اور قیامت
تک پوری ہوتی رہیں گی اور ان تعبیرات کا اشارہ بلکہ تصریح کے ساتھ احادیث میں بھی موجود ہے
اور خود قرآن مجید فرماتا ہے لِنُرِیَهُ مِنْ اٰیَاتِنَا اور وَلَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی
لہذا مخالفین اسلام پر ہمیشہ در ہمیشہ قیامت تک اتمام حجت ہوتا رہے گا یہاں پر ثبوت اس
دعوے کے لئے اختصاراً ایک حدیث لکھی جاتی ہے گو ہمنے واقعات سے کہ ہمکو کوئی ضرورت

دلیل نقلی کے دینے کی نہیں تھی عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا وَاُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ الحدیث ۵ اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا کہ دیکھا میں نے کہ تمام زمین کو اللہ تعالیٰ نے اکٹھا کر کر مجھ کو دکھلا دیا اور میں نے تمام مشارق اور مغارب کو اُس کے دیکھ لیا اُس رویت کی تعبیر آپ نے یہ ہی دی کہ میری اُمت کے لیے جس قدر زمین اکٹھی کر کر مجھ کو دکھائی گئی ہے اُس کے تمام مشارق اور مغارب میں دین اسلام کا غلبہ سب دینوں پر ہو جائے گا اور عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ تو آپ کا دعویٰ ہی ہے جو واقعات نے ثابت کر دیا اور عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۵ قرآن مجید میں موجود ہے کما فی سبائی فی بیان العلوم الی غیر ذالک یہ آیات و علامات معجزہ معراج کی ہیں جو آپ کے خادموں اور غلاموں سے بھی صادر ہوں گی اور اب تک ہوئیں اور قیامت تک بھی واقع ہوتی رہیں گی پس یہ ہے حقیقت معراج کی جو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کی گئی اب مخالفین دین اسلام جو اس معجزہ پر چند شبہات پیش کرتے ہیں اُن کو بھی مع جواب کے مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

شبہ اوّل یہ ہے کہ مسجد بیت المقدس حضرت نبی کریم کے وقت میں کب موجود تھی مدت سے قیصر طیطوس نے اُس کو بیخ و بنیاد سے گرا دیا تھا اور ہل تک چلوا دیئے تھے اور آگ لگا کر اور جلا کر اُس کو خاکستر کر دیا تھا پھر یہ معراج کیسی ہوئی۔

جواب۔ یہ شبہ البتہ عام فریب ہے لیکن ہمارے بیان سے اس کا جواب ایسا واضح ہو گیا ہے کہ اُس میں چون و چرا کرنے کی کوئی گنجایش ہی نہیں رہی کیونکہ اس معراج سے جو قرآن مجید میں مندرج ہے مقصود تو یہ تھا کہ مسجد اقصیٰ جو چند مرتبہ اُجڑ چکی ہے وہ نبی کریم کی اُمت سے اور آپ کے خادموں سے پھر آباد ہو گی اور انشاءاللہ تعالیٰ پھر مثل سابق کے برباد نہ ہو گی کیونکہ اُس میں حضرت خاتم النبیین نے نماز با جماعت بھی پڑھی ہے کما فی المطائف اور میں یہ دعوے صرف مسجد اقصیٰ کے لئے کرتا ہوں نہ شہر بیت المقدس کے لئے گو وہ اُس کے لئے بھی ہے کہ آباد ہے چنانچہ حضرت امیر المومنین عمر نے جب شہر

بیت المقدس کو اعجازاً فتح کیا ہے تو اُس کے فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے اُس مسجد کو تعمیر کیا جو
اب تک موجود ہے پس یہ تو ایک معجزہ نبیؐ کریم کا ثابت ہوا۔ یہیں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا
نکل آیا۔

شبہ دوم۔ بادشاہ قسطنطین کا گرجا اُس وقت میں موجود تھا اور حضرت محمد صلعم
کا اُس میں نماز پڑھنا حدیثوں سے ثابت ہے اس سے تو مذہب عیسائی کی حقیت کی تصدیق
ہوتی ہے۔

جواب۔ یہ بھی پادری عیسائیوں کا ایک دھوکہ دہی کا کرشمہ ہے کیونکہ حضرت رسالت
مآب خاتم النبیین کا نماز پڑھنا گرجا میں کسی جگہ کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ اُس گرجا میں آپ
نے نماز پڑھی اور قرآن مجید میں صرف مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى فرمایا
گیا ہے نہ اور کچھ اور وہ جگہ ہیکل سلیمانی کی تو کہیں چلی ہی نہیں گئی تھی موجود تھی اُسی جگہ پر
حضرت نے نماز پڑھی۔ پس غور کرو اس سے یہی مراد ہے کہ آپ کی امت کے لوگ اس ہیکل سلیمانی
کی جگہ مسجد تعمیر کر کر نماز باجماعت پڑھیں گے اور نماز باجماعت یا بے جماعت پڑھنا کسی اُوجڑ
جگہ پر ناجایز نہیں ہے خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہو کہ اس جگہ ہیکل سلیمانی میں جو اوجڑ
اور منہدم پڑی ہوئی ہے پھر مسجد بنائی جاوے گی اور آباد کی جاوے گی تو یہ حضرت خاتم النبیین
کا احسان جیسا کہ دیگر انبیا پر ہے کہ اُن کو گویا زندہ کر دیا حضرت سلیمان پر بھی ایک عظیم الشان
احسان ہے ولنعم ما قیل ؎

نام احمدؐ نام جملہ انبیا است	چون بیامد صد نود ہم پیش ما است

چنانچہ وہ مسجد تعمیر کی گئی اور اب تک آباد ہے گو اُس کے اُجاڑ دینے پر مخالفین کے بہت سے
حملے ہوئے مگر وہ نہ اُجڑی ہاں بنی اسرائیل کے وقت میں چند مرتبہ اُجڑ گئی تھی یہ نبی کریم کی معراج
میں نماز باجماعت انبیا کے ساتھ پڑھنے کی برکت تھی جو اب تک آباد ہے اور آباد رہے گی یہ
دعویٰ صرف مسجد کی نسبت ہے نہ شہر کی نسبت اور اگر شہر بیت المقدس ہماری گورنمنٹ عالیہ
کے قبضہ میں آجاوے تو مسجد اقصیٰ گورنمنٹ آباد رکھے گی۔

شبہ سوم۔ مسلمانوں کی حدیثوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ نے اس معراج

کا ذکر بعد نماز صبح کے کیا تو اس کا بڑا چرچا ہوا اور اتفاق سے اُس عرصہ میں چند قافلے قریش کے ملک شام میں تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ قریش نے بڑا موقع پایا کہ آں حضرت صلعم سے وہاں کا سب حال پوچھو اور جب کہ محمد صلعم دعویٰ کرتے ہیں کہ میں فلاں رات بیت المقدس گیا ہوا تھا تو اُن قافلوں کو بھی آپ نے دیکھا ہوگا اب تو سوال ہونے لگے تب آپ نے عمارات شہر کے سب نشانات وغیرہ مسئولہ بتلا دیے اور جبکہ مسجد تھی ہی نہیں اور منہدم ہو گئی تھی تو نشانات کس چیز کے بتلائے۔

جواب۔ یہ سوال بھی ایک بڑی دھوکہ دہی یا دریوں کی ہے کیونکہ اس سوال میں سوال مسجد اقصےٰ کی عمارات وغیرہ سے نہیں تھا بلکہ شہر بیت المقدس کی عمارات کے نشانات سے سوال تھا جس کا جواب آپ نے بہت ٹھیک ٹھیک دیا اور اس قصہ میں تو دو معجزے آپ کے ہو گئے کیونکہ لفظ حدیث کے یہ ہیں وقریش تسئلنی عن مسرای فسالتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتھا فکربت کربا ما کربت مثلہ فرفعہ اللہ لی انظر الیہ ما یسئلونی عن شئی الا انباتھم الحدیث ۔ بیت المقدس کا استعمال تو کل شہر پر ہوتا ہے جو اُس وقت میں موجود تھا مگر آپ نے اُن نشانات کو محفوظ نہ رکھا تھا اس لئے بڑی فکر ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ کل شہر بیت المقدس کو آپ کے روبرو اٹھا کر دھر دیا اور جو کچھ اُنہوں نے دریافت کیا آپ نے اُس کا جواب صحیح صحیح ایسا دے دیا کہ سب قریش ساکت ہو گئے اور قافلہ کے احوال سے بھی جو جو کچھ اُنہوں نے دریافت کیا آپ نے سب کا جواب ایسا صحیح صحیح دیا کہ بروقت واپسی قافلہ کے جب قریش نے اُس شب کا حال دریافت کیا تو قافلہ والوں نے وہی جواب دیا جو آں حضرت صلعم نے بیان فرمایا تھا یہ سب روایات کتب سیر و تفاسیر میں موجود ہیں غرضکہ اس شبہ سے دو معجزے ثابت ہو گئے جیسا کہ مثل مشہور ہے ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد　　　　خمیرمایہ دکان شیشہ گر سنگ است

غرضکہ اسی قسم کے اور شبہات واہیہ بعض ضعیف الایمان لوگ جو گرویدہ مذہب دہریت کے ہیں۔ آسمانوں کی خرق والتیام وغیرہ وغیرہ کی نسبت کیا کرتے ہیں جو محض سست ترازخانہ

عنکبوت ہیں چونکہ اس زمانہ آخری میں بہت سے لوگ دہریہ ہیں اور سوائے مادیات اور محسوسات
کے غیر محسوسات کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے اس چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے ایک
ایسے شخص کو مجدد کر کر مبعوث فرمایا جس کی روح جنت آشیاں کو عالم ملکوت سے اس وقت میں
سب سے زیادہ تر مناسبت تھی چنانچہ کثرت الہامات اس پر ایک دلیل بیّن ہے اور بحکم الہام
نِیلَتْ مَادَّۃٌ فَادْ وَتَیبۃ کے آپ اس آخری زمانہ میں محدثیت سے مجددیت کے مرتبہ تک پہنچے
چونکہ آپ اپنے تن و من کے ساتھ خادم دین متین اور غلام احمدؐ تھے جیسا کہ ہمارے رسالہ "ازالہ
اعتساف فی تفسیر آیت استخلاف" وغیرہ سے ظاہر ہے اس لئے آپ کے الہامات بعد وفات
کے بھی اب تک پورے ہو کر آپ کی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں جو آپ کو غلامی سے ملے
ہیں۔ مگر غالیوں کی یہ بڑی غلطی ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو اپنے غلام احمدؐ ہونے میں تمام
فخر و کرامت اعتقاد کرتے ہیں اور غالی لوگ خاتم النبیین کی مساوات کا دم بھر رہے ہیں اور آپ
کی نبوت حقیقی اور احمدؐ اصلی ہونے میں مرزا صاحب کی بزرگی سمجھ رہے ہیں حضرت تو فرماتے
ہیں ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے ۔۔۔ جس کا غلام دیکھو مسیحؑ زمان ہے

مگر غالی کہتے ہیں ؎

برتر گمان و وہم سے مرزا کی شان ہے ۔۔۔ وہ ہی نبیِ احمدؐ آخر زمان ہے

مگر یاد رکھیں کہ آں حضرت صلعم کی غلامی ہی سے سارا فخر حاصل ہے ورنہ پھر سوائے رسوائی
کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا نغمہ مشہورہ ہے کہ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ۔۔۔ ہر کہ خود را دید او محروم شد

دیگر

تا نہ نور احمدؐ آید چارہ گر ۔۔۔ کس نمی گیرد ز تاریکی بدر

اسی لئے شریعت اسلام میں مدعیان نبوت قتل کیے گئے رسوا کیے گیے ذلیل کیے گئے خوار
کیے گئے۔ ہمارے پچھلے رسائل میں ختم نبوت کا مسئلہ براہین باہرہ اور دلائل قاہرہ سے
ثابت ہو چکا ہے اس لئے اس میں ہم زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتے کہ مبادا طوالت موجب ملالت

ہوجاوے۔ اس وقت سورۂ نجم کی چند آیات کا بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اسی معجزہ معراج کا ذکر اس میں بھی فرمایا گیا ہے اب جو علوم کہ دینیات کے متعلق ہیں اور اس معراج میں اُن کی طرف اشارہ ہے اُن کے نام لکھنے کی ان چند اوراق میں گنجائش نہیں مگر چند علوم کے نام یہاں پر لکھے جاتے ہیں مشتے نمونہ از خروارے مثل مشہور ہے۔

علم معانی۔ اس علم میں کلام عرب کے اُن حالات سے بحث ہوتی ہے کہ جن کی وجہ سے کلام مقتضیٰ حال کے مطابق ہوجاتا ہے جس میں اسناد مسند مسندالیہ اور دیگر متعلقات فعل اور قصر وصل فصل ایجاز اطناب مساوات کے اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

علم بیان۔ اس علم سے ایک مطلب کو باعتبار وضاحت اور خفا کے چند طور سے بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی عادت ہے جو نادانوں کے نزدیک تکرار معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ ایک اعجاز کی قسم ہے جو بغرض تاکید اور تکرر تقرر کے مخاطبین سے خطاب کیا گیا ہے اس علم میں تشبیہ اور مجاز کنایہ و استعارہ وغیرہ وغیرہ سے بحث ہوتی ہے اور اسی علم کے ذریعہ تعقید معنوی سے کلام محفوظ رہتا ہے چونکہ قرآن مجید علاوہ دیگر صدہا اعجاز کے باعتبار فصاحت و بلاغت کے بھی معجزہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں اس علم کا ایجاد بھی اسی امت کے لئے مخصوص تھا جن کے پیش خیمہ کی خبر آسمانوں کی سیر کراکر حضرت خاتم النبیین کو دی گئی یہ دونوں علم کسی امت موسوی یا عیسوی وغیرہ میں موجود نہیں ہیں اگر پیشتر معراج نبوی کے کسی اُمت میں موجود ہوں تو وہ بتاوے اور میں تحدی کے ساتھ کہتا ہوں کہ کوئی نہ بتا سکے گا۔

علم اصول حدیث۔ اس کی وجہ سے نقل اور روایت میں جو کچھ غلطیاں اور جھوٹے لوگوں کی ملونیاں ہوتی ہیں اس علم کے ذریعہ اس طرح پر جدا ہوجاتی ہیں کہ جس طرح دودھ میں سے بال کو نکال کر پھینک دیا جائے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں چونکہ خاتم النبیین سید المرسلین ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

کے مصداق تھے اور آپ کی وحی کو خواہ متلو ہو یا غیر متلو قیامت تک محفوظ رکھنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس علم کو بھی اسی امت مرحوم کے ساتھ مختص کیا جاوے اور سدرۃ المنتہیٰ تک جو دوسرے لفظوں میں نظام شمسی کی حد ہے آیات قدرت دکھلانے سے اور دیگر اسرار و حقایق کے علاوہ ایک یہ سر بھی تھا کہ یہ علوم بھی اس اُمت کو دئے جاویں گے۔ اس علم سے متواتر اور مشہور اور عزیز و غریب وغیرہ اقسام روایت کے معلوم ہوتے ہیں۔

علم اسماء الرجال ۔جس میں راویوں کی تاریخ اور اُن کی راست گوئی اور دیانت داری اور قوت حافظہ اور اُن کی پیدایش کی تاریخ اور اُن کی وفات کی تاریخ بیان کی جاتی ہے۔ موالید اور وفیات کا حال اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ بعد کے راوی نے پہلے راوی سے جو روایت کی ہے۔ آیا کس وقت میں کی آیا اُس کے سن تمیز اور عقل کے وقت میں یا دوسرے کسی وقت میں۔ اور اس علم سے یہ بھی مقصود ہے کہ پچھلے راوی کو اُس پہلے راوی سے ملاقات بھی ہوئی ہے یا نہیں ہوئی علےٰ ہذا القیاس۔

علم تجوید ۔کہ جس میں طرز تلفظ قرآن مجید کی بحث کی جاتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب و لہجے جو ادائے قرآن مجید سے متعلق ہے۔ بیان کیا جاتا ہے صفات حروف اور مخارج حروف وغیرہ وغیرہ بیان ہوتے ہیں۔

علم اُصول فقہ کہ جس میں قواعد استنباط و اجتہاد وغیرہ کے بیان ہوتے ہیں تاکہ یہ معجزہ قرآن مجید کا معلوم ہو کہ جملہ مسایل فقہیہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اور فَاعْتَبِرُوْا یَاۤ اُولِی الْاَبْصَارِ کے امر کی تعمیل ہوتی رہے اور الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ کی صفت کے ساتھ یہ امت متصف ہوتی رہے ایسے ہی علوم اور بہت سے ہیں جن کے نام لکھنے سے بھی طوالت ہوتی ہے بطور نمونہ کے لکھے گئے اور تحدی کے ساتھ کہتا ہوں کہ مخالفین اسلام میں سے کسی کے یہاں ایسے علوم نہیں ہیں اور ہرگز نہیں ہیں اگر کسی کے یہاں قدرے ہوں گے تو ماخوذ ہمیں سے ہوں گے اب میں آیات متعلق

معراج سورۂ نجم سے اور مختصر تفسیر اُن کی بیان کروں گا واللہ المستعان وعلیہ التکلان

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۝ ترجمہ آیات کا تفسیر آیات میں آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ

ایہا الاحباب! یہ جو میں نے ۱۷ یا ۱۸ اچھوٹی چھوٹی آیات لکھیں سورۂ النجم کی ہیں شاید ہمارے بعض احباب کو یہ خیال بطور حدیث نفس کے گذرے کہ یہ سورتوں کے نام بلا کسی وجہ موجہ کے یوں ہی رکھے گئے ہوں کلا وحاشا۔ سورتوں کے نام رکھنے میں بڑے بڑے اسرار و اشارات ہیں نام سورتوں کے جو نہایت مختصر ایک دو لفظوں میں ہوتے ہیں اس لئے اُن کے نام ہی سے مقصد عمدہ مندرجہ سورت کو مومن تالی قرآن سمجھ لیتا ہے مثلاً اس سورہ کا نام جو سورہ النجم رکھا گیا ہے اُس میں ایک مقصد ضروری اثبات نبوت خاتم النبیین کی طرف اشارہ ہے جو قرآن مجید کے مقاصد میں سے ایک مقصد عظیم ہے کیونکہ اس صورت میں علاوہ دیگر مقاصد کے حضرت خاتم النبیین کی نبوت کا اثبات کرنا مقصود اعظم ہے جس کا بیان مختصر یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ آں حضرت صلعم قرب الٰہی کے منازل طے کرانے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں جو ایک عظیم الشان سفر روحانی ہے اور آں حضرت کے وقت میں اس سفر روحانی کے راستے اور نشانات بالکل مسدود ہو گئے تھے ظہر الفساد فی البر والبحر عرب کے لوگ بھی سفر جسمانی کے بڑے عادی ہو گئے تھے اور یہ مثل تو مشہور ہی ہے السفر وسیلۃ الظفر فارسی میں بھی یہ مثل مشہور ہے

تا بہ دکان خانہ در گروی   ہرگز اے خام آدمی نشوی

گویا ساری کامیابیاں سفر کرنے ہی سے حاصل ہوتی ہیں دیکھو اہالی یورپ وغیرہ نے
جو دنیاوی فواید حاصل کیے ہیں وہ بھی سفر کرنے ہی کے نتایج ہیں اور اہل اسلام کو جو جو
فواید دینیہ اول بعثت خاتم النبیین سے لیکر اس وقت تک حاصل ہوئے ہیں وہ بھی اسی
سفر کے ذریعہ سے کہ دین اسلام جزیرۂ عرب سے لیکر کل ممالک دنیا میں پہنچ گیا اور
پہنچ رہا ہے حتی کہ اب جزائر انگلینڈ اور روس اور فرانس وغیرہ وغیرہ ممالک میں ہمارے
اُن احباب نے جو بعض یہاں پر بھی تشریف رکھتے ہیں انگریزی قرآن مجید مع تفسیری
نوٹوں کے یورپ وغیرہ میں پہنچا دیا ہے اور پھر وہاں سے طبع کرا کر یہاں منگوا لیا ہے جس
سے پیشین گوئی حضرت خاتم النبیین کی بھی پوری ہو گئی اور حضرت مسیح موعود کی پیشین
گوئی کو بھی ان احباب نے پورا کر دیا اور کر رہے ہیں جزاہم اللہ عن سائر المسلمین احسن الجزا
اس سفر کی طرف اللہ تعالی نے عرب کو پہلے سے عادی کرانے کے لئے یوں اشارہ فرمایا ہے۔
کہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اِلٰفِہِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ
الآیہ۔ کیونکہ رب ہذا البیت کی عبادت یورپ وغیرہ خصوصاً ووکنگ مسجد میں اب بڑی دھوم
دھام سے ہونے لگی ہے اور یہ پیشین گوئی مندرجہ حدیث تو ہم چند مرتبہ لکھ بھی چکے ہیں
کہ دین اسلام کا ڈنکا مغارب ارض اور مشارق ارض میں بج جاوے گا کیا ہمارے احباب
حاضرین وغائبین ان پیشین گوئیوں کے پورا کرنے والوں کی قدر اب بھی نہ کریں گے اچھا احباب
مت کرو جو اُنہوں نے کام کیے ہیں یعنی قرآن مجید وغیرہ اُن کو بعوض قیمت ہی لے کر دنیا میں اپنی
اپنی استعداد و سرمایہ کے بموجب شایع کرو۔ کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ پیشین گوئیاں
خاتم النبیین کی جو پوری ہو رہی ہیں اُن کو چند پیسے نانی دے کر خرید او ر ابد الآباد کی دولت
جاودانی اُس کے عوض میں لو یاد رکھو لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ اور
اس کے سوا یہ بھی فرمایا کہ مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ پس خلاصہ یہ کہ انہیں
فواید مذکورہ کے لحاظ سے ہماری گورنمنٹ عالیہ اور اہالی یورپ نے کروڑہا روپیہ سفروں کے
آسان کرنے کے لئے بیدریغ صرف کر دیا ہے اور کر رہی ہے ریلوے اور تار برقی کے علاوہ

منجملہ سامان آسانی سفروں کے لئے قطب نماؤں کا قایم کرنا اور سڑکوں اور میلوں کے
نشانات بنانا اور سمندروں نا پیدا کنار میں روشنی کا نصب کرنا اپنے اپنے محل پر مناسب اور
ضروری ہے۔ لیکن اس کا اصل الاصول نمونہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں میں جو اول
ہی سے پیدا کر رکھا ہے وہ ستارے ہیں۔ جن کو یہاں پر النجم کے لفظ سے ارشاد فرمایا گیا ہے
مراد النجم سے خواہ جنس ستاروں کی ہو جیسا کہ فرمایا دِ بالنجم ھم یھتدون مراد ہے
کہ تم اپنے سفر دور و دراز میں جہاں پر سمتوں کا پتہ لگانا دشوار ہوتا ہے ہمارے قدرتی آسمانی
نشانوں سے جو روشن ستارے ہیں منزل مقصود کا راہ پا لیتے ہو تو گویا قرب الٰہی کے منازل
طے کرنے کے لئے بھی اُس النجم کی سخت ضرورت نہیں ہے جس کی صحبت میں رہ کر اور
اُس پر ایمان لانے سے اُس کے اصحاب بھی اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم
کے مصداق ہو جاتے ہیں یا النجم سے شہاب ثاقب مراد ہو تو بھی ہو سکتا ہے گو شہاب ثاقب
جن کو ستاروں کا ٹوٹنا کہتے ہیں وہ ہمیشہ سے ہے لیکن علم تاریخ کہہ رہا ہے کہ بعد حضرت
عیسیٰ کے آں حضرت صلعم کی بعثت تک جو زمانہ فترت کا تھا ستاروں کا ٹوٹنا کسی خاص
وضع آسمانی کے سبب سے موقوف ہو گیا تھا اور آں حضرت صلعم کے ابتدائی وقت بعثت
میں بڑی کثرت کے ساتھ ستارے ٹوٹنے لگے اور ایک نشان صداقت کا واسطے ثبوت
نبوت آں حضرت صلعم کے جو پہلے سے بائیبل میں لکھا ہوا چلا آتا ہے واقع ہوا کما قال
اللہ تعالیٰ وجعلناھا رجوما للشیاطین واعتدنا لھم عذاب السعیر ملک ۲۹
میں ہے سورج اندھیرا ہو جاوے گا چاند روشنی نہ دے گا ستارے گر پڑیں گے آسمانوں کی
قوتیں ہلائی جائیں گی یہ مسئلہ رجم الشیاطین کا قرآن مجید میں چند جگہ وارد ہوا ہے۔ وحفظنٰھا
من کل شیطان رجیم الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین حجر ۱۴
ایضاً الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب صٰفٰت ۲۳ وانا لمسنا السماء
فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا و شھبا۔ ایضاً فمن یستمع الآن یجد لہ
شھابا رصدا جن ۲۹ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ المقام الثانی وھو الاقرب
الی الصواب ان ھذہ الشھب کانت موجودۃ قبل البعثۃ لا انھا

زیدت بعد المبعث وجدت اکمل و اقوی و ھذا ھو الذی یدل علیہ القرآن لانہ قال فوجدنا ھا ملئت و ھذا یدل ان الحادث ھو الملأ و الکثرة و کذا قولہ نقعد منھا مقاعد للسمع ای کنا نجلد منھا بعض المقاعد خالیۃ من الحرس و الشھب و الآن ملئت المقاعد کلھا فعلی ھذا الذی حمل الجن علی الضرب فی البلاد و طلب السبب انما ھو کثرة الرجم و منع الاستراق بالکلیۃ اور ابی بن کعب کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لم یرم بنجم منذ رفع عیسیٰ حتیٰ بعث رسول اللہ صلعم فرمی بہا۔ تفسیر کبیر سورہ جن۔ اس لئے اس سورة کا نام النجم رکھا گیا تاکہ دلیل ہوا د پر اثبات نبوت آں حضرت صلعم کی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ النجم سے مراد وہ ستارہ ہو جو آں حضرت صلعم کی ولادت کے وقت طلوع ہوا تھا کیونکہ یہود اہل کتاب میں خصوصاً حضرت موسیٰ کے وقت سے نسلاً بعد نسلاً اُس ستارے کے طلوع کی خبر مشہور چلی آتی تھی اور یہود اُس کو نجم احمدؐ کہتے تھے جیسا کہ ہم نے قول ممجد وغیرہ میں اس کو مفصل لکھا ہے اور بعض یہود نے جب اُس ستارے کا طلوع معلوم کیا تو بہت ہی شور و غل مچایا کہ اب تو نجم احمد طلوع ہو گیا بہ آپ کے وقت ولادت باسعادت کا ذکر ہے اور چونکہ ہَوٰی کے معنوں میں ارتفاع اور انخفاض دونوں معنی داخل ہیں پس اگر ارتفاع مراد ہو جس کو طلوع کہتے ہیں تو آپ کی ولادت باسعادت کی طرف اشارہ ہوگا اور اگر انخفاض کی طرف نظر کی جاوے تو آپ کی بعثت نبوت کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور ان دونوں حالتوں میں رہ یابی مسافران جسمانی اور نیز روحانی مسافروں کی متصور ہو سکتی ہے مگر اکثر مفسرین کا رجحان ہَوٰی کے معنوں میں انخفاض ہی کی طرف ہے کیونکہ اکثر استعمال ہَوٰی کا انخفاض ہی کے معنوں میں آتا ہے پس بہرحال یہود اہل کتاب وغیرہ پر اتمام حجت کیا جاتا ہے کہ جس ستارے نجم احمدؐ کے طلوع کے تم منتظر تھے وہ بوقت آپ کی ولادت کے طلوع ہو چکا ہے۔ اس لئے آپ کی نبوت پر ایمان لانا تم پر بہت ضروری ہے اور اگر ہَوٰی سے مراد انخفاض اور غروب ہو تو وہ آپ کی نبوت کا وقت ہوگا تو پھر بھی ایمان لانا عین وقت بعثت نبوت میں تم پر ضروری واجب ہے۔ اور اگر النجم سے مراد ثریا ہو جیسا کہ اکثر

مفسرین نے لکھا ہے کہ محاورہ عرب میں النجم سے مراد اکثر ثریا ہوتی ہے اور حدیث میں بھی موجود ہے کہ اذا طلع النجم ارتفعت العاہتہ (النجم الثریا والعاہتہ الآفۃ) تو توجیہ قسم کی یہ ہوگی کہ دیکھو جس طرح پر ثریا طلوع اور غروب کے وقت تمہارے سفر دراز بحری اور بری میں تم کو رہنما ہوتا ہے اسی طرح پر یہ نبی جو خاتم النبیین ہے تمہارے سفر روحانی کے لئے ہادی اور رہنما ہے اگر اُس کی پیروی نہ کرو گے تو ہرگز ہرگز منزل مقصود کو نہ پہنچو گے

محال است سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

اگرچہ النجم کی قسم میں مفسرین نے بہت وجوہ لکھی ہیں مگر یہاں پر طوالت زیادہ ہوگئی اس لئے ہم اسی پر بس کرتے ہیں۔

یہ بسم اللہ جو ہر ایک سورت کے اوّل میں لائی گئی ہے۔ بظاہر شاید حدیث نفس کے طور پر بعض کو خیال گذرتا ہو کہ اس میں ایک تکرار سا ہے۔ کلا وحاشا ظاہر ہے کہ اس میں تین ایسے اسمائے الٰہی ہیں کہ اگر ہزاروں امور کے آغاز میں لائی جاویں تو بھی اوس کی تجلیات شیون مختلفہ ختم نہ ہوویں ہر ایک سورت میں جو مقاصد مہمّہ ہوتے ہیں ان تینوں اسماء کی تجلیات اون مقاصد کی طرف اپنی توجہ کے ساتھ نازل ہوتی ہیں چنانچہ اس سورت میں اسم اعظم اللہ کا جو جامع تمام صفات جلال اور جمال کا ہے وہ اس طرف مشعر ہے کہ اب تمام ضلالتیں دنیا کی بعثت نبوت محمدی سے نابود اور مقہور ہو جانے والی ہیں اور تمام ہدایتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عالم میں اب پھیلنے والی ہیں چنانچہ اس کا اشارہ سورت کے نام میں جو النجم ہے گزر چکا۔ اور لفظ رحمٰن میں اس طرف اشارہ ہے کہ صفت رحمانیت اللہ تعالیٰ کی بعثت نبوت محمدی میں اس طرف متوجہ ہو رہی ہے کہ ضلالت اور غوایت دور کر کر رشد و ہدایت تمام دنیا میں پھیلائی جاوے جو والنجم اذا ھویٰ سے اشارتاً معلوم ہو چکا تھا کیونکہ ارواح خبیثہ شیطانی کا صعود علی السمٰوات بند کیا گیا جو استراق سمع کے ذریعہ شیاطین اغوا کیا کرتے تھے۔ اب زمانہ بعثت اُس رسولؐ مقبول کا ہے جس کی شان میں فرمایا

گیا ہے اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ
رَصَدًا لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّھِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْھِمْ وَاَحْصٰی
کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۔ اور صفت رحیم کی اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ حضرت خاتم النبیین
کی وحی میں اب خلط ملط اقوال ارواح خبیثہ کا ہرگز ہرگز نہ ہو سکے گا اور آپ کے
کلام میں جو مصداق اوتیت جوامع الکلم کا ہے بے شمار معارف اور بے انتہا حقایق
ایسے موجود ہوں گے جو کسی اور کے کلام میں ہرگز نہ پائی جاویں گی بلکہ قیامت تک
اُس کے معارف اور حقایق تازہ بتازہ اولیاء اور ملہمین و محدثین امت پر منکشف
ہوتے رہیں گے جیسا کہ فرمایا کہ ما نفدت کلمات اللہ غرضکہ ہر ایک اسم اسماء ثلثہ
میں سے جو بسم اللہ میں ہیں ایک نئے رنگ میں مقاصد مہمہ سورت کی طرف اپنی
تجلیات سے متجلی ہوا کرتا ہے۔ فاین التکرار۔ یہ بسم اللہ پوری کسی اُمت میں نہیں
پائی جاتی۔ حضرت نوح نے تو صرف بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا فرمایا تھا ہاں حضرت
سلیمان نے پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اپنے خط موسومہ بلقیس میں لکھا تھا پس
ان الفاظ پر معارف عربیہ میں بسم اللہ اور کہیں نہیں پائی جاتی والحمد للہ والنجم
اذا ھوٰی (ترجمہ قسم ہے ستارے کی جب جھکا ف) قرآن مجید کی قسموں کا فلسفہ
جو حضرت مسیح موعود نے بعض رسایل میں بیان فرمایا ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے
یہاں کچھ اور بھی لکھا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جو اصلاح دینی اور دنیوی کے واسطے بذریعہ
رحمۃ للعالمین کے نازل ہو رہی ہے وہ بے حد ہے دیکھو اثبات توحید حشر و نشر
اور ثبوت خاتم النبیین کے لئے قرآن مجید میں براہین قاطعہ اور دلایل باہرہ بیان فرمائے
گئے ہیں حالانکہ اس احکم الحاکمین کو صرف اصلی حالات کا ان ہر سہ مسایل میں
بیان فرما دینا ہی کافی تھا جیسا کہ پچھلی کتب اور صحف آسمانی میں اکثر احکام ان مسایل
ثلاثہ کے لئے بغیر دلایل اور حجج کے بیان فرمائے گئے ہیں ان دلایل کے بیان کرنے

پھر بھی بس نہیں فرمائی۔ ایسے الفاظ میں مواعظ اور نصائح بیان فرمائے۔ جن کے سننے سے
رقت قلوب اور صدور مومنین میں خواہ مخواہ انوار جذب کے پیدا ہوتے ہیں۔ اور پھر
مناظرات کا دروازہ ایسا کھولا گیا ہے کہ اُس کے معارضے سے خصم عاجز ہو جاتا ہے
پھر اس پر بھی بس نہیں فرمائی بلکہ اثبات نبوت محمدیہ کے لئے ایسی تحدی فرمائی گئی کہ تمام بلغا
اُس کے معارضہ کرنے سے محض ساکت و عاجز رہے اور متحدیانہ پکار پکار کر کہا گیا اور اب
تک کہا جاتا ہے اور قیامت تک کہا جاوے گا کہ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار
التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تحدی ہو
سکتی ہے۔ مخالفین تک نے اقرار کر لیا کہ ان لہ لحلاوۃ وان لہ لطلاوۃ یہ اتمام حجت
اپنے کلام سے کس دین میں کیا گیا ہے۔ پھر پچھلے انبیا اور اُن کے مخالفین کی ہلاکت انواع
انواع کے عذابوں کے ساتھ بھی بیان فرمائی گئی لیکن شقی ازلی یہی کہتے رہے کہ یہ تو ساحر ہے
شاعر ہے۔ کاہن ہے۔ اُن پہلے مکذبین کی ہلاکت کے قصص کو اساطیر الاولین کہتے رہے
اور پھر تحدی کے ساتھ انذار بھی ایسا کیا گیا ہے کہ جس کی حد نہیں رہی وان کنتم فی ریب
مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ
ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس و
الحجارۃ اعدت للکافرین وغیرہ وغیرہ من الانذارات غرضکہ کوئی دقیقہ احقاق حق
اور تبلیغ صداقت کا قرآن مجید نے باقی نہیں چھوڑا سبحانہ ما اعظم شانہ اب احقاق
حق اور ابطال باطل کے لئے صرف ایک ہی طریق باقی رہ گیا ہے اور وہ یہی ہے کہ قسم کھائی
جاوے۔ حالانکہ بموجب عرف اور عقل کے قسم کھانا منکر کے لئے مخصوص تھا دیکھو تمام عدالتوں
دیوانی۔ فوجداری میں اور محکمہ جات مال میں بھی یہی مسئلہ شریعت اسلامی کا جاری اور دائر
سائر ہے مگر اُس ارحم الراحمین کی رحمت عامہ اور عنایت تامہ خاص رحمۃ للعالمین کے ذریعہ
قطع کرنے اتمام حجت اور قطع عذرات بارد خصم کے واسطے تمام حجج اور بینات کے بعد مقتضی اس
کی ہوئی کہ قسمیں کھا کر بھی اثبات مدعا ثابت کیا جاوے۔ حالانکہ اصل یہی ہے البینۃ علی

المدعی والیمین علی من انکر پھر اس پر علاوہ یہ کہ قسمیں بھی انواع انواع کی ایسی اشیاء کے ساتھ بیان فرمائیں کہ مقسم بہ خود ایک دلیل مدعا کے لئے ہو سکے جیسا کہ یہاں پر النجم ہے خواہ مراد اس سے جنس ستاروں کی ہو یا اوس سے ثریا ہو یا خاص وہ ستارہ جو یہود کے یہاں حلیہ اوس کا اور نام اوس کا نجم احمد لکھا ہوا چلا آتا تھا وغیرہ وغیرہ جو خود ایک دلیل صداقت کی آپ کی نبوت کے لیئے ہے پس یہ کیسی شان رحمۃ للعالمین کی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اون کے ہدایت پر آنے کے لئے قسمیں کھا رہا ہے پس اگر یہ شان رحمۃ للعالمین کی نہیں ہے تو اور کونسی شان رحمۃ للعالمین کی ہوگی صدق اللہ تعالیٰ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین خصوصًا جبکہ یہ لحاظ بھی کیا جائے کہ عرب اول جس پر قسم کھائی جائے اوس کو صادق اور راست ہی سمجھتے تھے اور قسم کی اُن کے نزدیک بڑی عظمت تھی اور اب بھی حلف کی تعظیم بہت ہے اور ثریا اصل میں چند ستاروں کا گچھا ہے جو خوشے انگور کی مانند ہوتا ہے اور آن حضرت صلعم کو یہ چودہ یا گیارہ ستارے نظر آتے تھے باختلاف روایت۔ اور ہوی کے معنی اگر جھکنے کے لئے جائیں تو چونکہ جھکنا اُس کا اوس کے غروب کی طرف مشعر ہے اور بعض مشرکین اُس کی پرستش بھی کرتے تھے اور اُس کی قسم کھانے سے بظاہر اوس کی عظمت مفہوم ہوتی تھی۔ اس لئے اس وہم کو بوصف ہوی بیان فرما کر دفع کر دیا کہ وہ ہادی اور آفل ہے یہ ایک اشارہ لطیفہ حضرت ابراہیم کے اوس مناظرہ کی طرف ہوا جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ اس مناظرہ ابراہیمی کی تقریب تام نہیں ہوتی جو قرآن مجید میں مذکور ہے کلا احب الافلین شبہ بموجب علم ہیئت کے کواکب اور قمر اور شمس کو حقیقت میں غروب اور افول نہیں ہوتا ہے بلکہ بسبب آڑ ہو جانے زمین وغیرہ کے اُس کی روشنی ظاہر نہیں ہوتی ہے اور نفس الامر میں وہ روشن ہی رہتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ اندریں صورت بھی وہ اپنے افعال افادۂ اور اضاءت میں محتاج ہوئی جو الوہیت کے خلاف ہے اور الوہیت کی سزاوار وہ ذات پاک ہو سکتی ہے جو اپنے افعال میں کسی چیز کی محتاج نہ ہو قل ھو اللہ احد ۚ اللہ الصمد ۚ پس اس لئے سزاوار پرستش کی نہیں ہو سکتی کما قال ابراہیم

لا احب الآفلین ۔ ماضل صاحبکم وما غویٰ نہیں بھٹکا تمہارا صاحب صراط مستقیم سے
اور نہ ایدہر اودہر ہوا اوس سے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ
اور نہیں بولتا اپنی خواہش نفس سے وہ تو وحی ہے جو وحی کی جاتی ہے یعنی بطور استمرار
تجددی کے ۔ واضح ہو کہ مسافر سفر روحانی کے لئے ضروری ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چلتا
رہے تاکہ اپنی منزل مقصود کو جلد پہونچ جاوے کیونکہ اگر راستہ ہی منزل مقصود کا گم ہوگا
تو پھر کیونکر پہنچ سکتا ہے ۔ اور اگر راستہ تو اوس کو مل گیا ہے لیکن بعید یا اس میں
طرح طرح کے مصائب اور تکالیف . . . . ہوں تو بھی اس مسافر کو بڑی
وقت اور دشواری پیش آوے گی اور منزل مقصود کو پہونچنا بہت مشکل ہو جائے گا اور
اگر راستہ بھی سیدھا مل گیا اور کوئی تکلیف اُس میں نہ ہو لیکن وہ راستہ بڑا وسیع
اور فراخ ہو تو اُس میں مسافر کبھی تو داہنی طرف کو اور کبھی بائیں طرف کو چلے تو اندریں
صورت بھی مقصد کو بہت دیر میں پہنچے گا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین کے
اتباع میں ان تمام دشواریوں کو موقوف فرمادیا اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرمائی ۔ یہی مراد
ہے ماضل صاحبکم وما غویٰ سے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ قد تبین الرشد
من الغی اور پانچوں وقت کی نمازوں میں اس دعا کو تعلیم فرمایا کہ اھدنا الصراط المستقیم
قرآن مجید کے الفاظ میں ایک عجیب وغریب فصاحت اور بلاغت ہے کہ اوس کے معارف
تو ختم ہونے ہی میں نہیں آتے ۔ غور کرو ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو صغرسنی ہی سے
ضلالت اور غوایت سے محفوظ رکھا تھا اس لئے یہاں پر دو زمانوں کا حال بیان فرمایا ہے
اول زمانہ صغرسنی سے لے کر بعثت تک اور دوسرا زمانہ نبوت سے لے کر اخیر وفات تک
جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ ضل اور غویٰ دونوں صیغے ماضی کے ہیں جو آپ کی سوانح عمری
قبل بعثت کے صغرسنی تک کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور آگے کے صیغے مضارع کے
ہیں جو بموجب اصول علم معانی اور بیان کے استمرار تجددی کی طرف ناظر ہیں سبحانہ ما اعظم
شانہ کہ ان چند کلمات میں کس عمدگی اور بلاغت کے ساتھ آپ کی سوانح عمری کا اللہ
تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے

آن کس است اہل بشارت کہ اشارت داند نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجاست

اور لفظ صاحبکم کا آپ کی صداقت دعوے کے لئے دو دلیلوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے
دلیل اول یہ کہ صحبت میں سب جانتے ہیں بڑی تاثیر ہوتی ہے مثل مشہور ہے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

باوجود اس کے بھی کہ سفر اور حضر میں زمانہ طفولیت اور شباب میں زمانہ بعثت تک مشرکین کی صحبت میں آپ رہے مگر تاہم اون کی ضلالت اور غوایت کا ایک ذرہ بھر بھی اثر آپ پر نہ ہوا جو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے اور اس پر علاوہ یہ ہے کہ بحالت یتیمی کوئی مربی اور سرپرست موجود نہیں تھا پھر بھی اللہ تعالیٰ کی عصمت اور حفاظت آپ کے لئے ایسی رہی جو ایک خرق عادت کے طور پر ہے اور پھر قریش اور اہل مکہ نے اس درمیان میں بھی بہت سے خوارق دیکھ لئے جو اہل سیر کو معلوم ہیں اندریں صورت آپ کی نبوت کی تکذیب کرنا کٹ حجتی نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرے طور پر لفظ صاحب میں یہ دلیل حقیت کی ہے کہ بہ سبب ہمیشہ کی صحبت کے تم ان کے ہر حال سے بخوبی واقف ہو کبھی جھوٹ نہیں بولا امور خسیسہ کی طرف جو کہانت یا سحر وغیرہ ہے بجز امور عالیہ کے کبھی توجہ نہیں کی کیونکہ ہوی کے معنی اگرچہ محبت کے ہیں لیکن ادانی امور کی محبت میں اکثر اس کا استعمال ہوا کرتا ہے لیکن معہذا عالم جوانی میں بھی ان امور ادانی کی طرف التفات نہیں کیا کہ ما ینطق عن الھویٰ اور یہ حالات منکرین کو بہ سبب صحبت کے بخوبی معلوم تھے اور پھر نشانات الٰہی آپ کی نبوت کے لئے زمین و آسمان میں موجود ہو گئے تھے جو اکثر تم بھی دیکھ چکے اور دیکھتے رہے۔
پھر زمانہ بعثت نبوت میں جو زمانہ ان ھو الا وحی یوحیٰ کا ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ کہانت یا ساحری وغیرہ کی طرف جو امور خسیسہ میں سے ہیں اب توجہ کی جاتی۔ پس ان امور کی طرف بھی آں حضرت کو تمہارا نسبت کرنا محض غلط در غلط ہے۔ کہانت تو اس وجہ سے موجب ذلت و رسوائی ہے کہ اُس میں اپنی طرف سے بہت سی جھوٹی باتیں ملانی پڑتی ہیں اور ساحری اس وجہ سے خسیس ہے کہ اصل میں اُس کی کچھ حقیقت نہیں اوس میں کچھ اسباب

خفی ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ دھوکہ میں آجاتے ہیں اور جب پردہ کھل جاتا ہے تو پھر ساحر
کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے پس وہ تو محض ایک تماشا ہوتا ہے اور شاعری میں تو ظاہر ہے
کہ مضامین خیالی ہوتے ہیں اور جس قدر جھوٹ اشعار میں زیادہ ہو اوسی قدر وہ اشعار
زیادہ فصیح کہلاتے ہیں اب اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ نہ کاہن ہیں نہ ساحر
اور نہ شاعر تو پھر آپ کا یہ کلام معجز انتظام جو امور غیبیہ کی پیشین گوئیوں پر بھی مشتمل ہے
اور ایسا معجز ہے کہ کوئی فصیح اور بلیغ اس کا معاوضہ نہیں کرسکتا اور کلام اللہ میں کسی بشر کا
کلام نہیں مل سکتا اور مخالف بھی اقرار کرتے ہیں کہ ان لہ لحلاوۃ وان لہ لطلاوۃ تو باوجود
اُمیت کے یہ کس کی تعلیم سے ہے جواب۔ ارشاد ہوتا ہے کہ علمہ شدید القوی ذومرۃ
سکھایا ہے اس کو بڑے طاقت ور زور آور نے جو بلحاظ شمائل روحانی اور خصائل حمیدہ
باطنی کے قوی ہیبت ہے۔ مراد اس معلم سے حضرت جبرئیل بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ اکثر
مفسرین کا یہی قول ہے انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع
ثمَّ امین ان صفات حسنہ شدید القویٰ کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ ابتدائے بعثت کے وقت
میں کہانت کا بڑا چرچا عرب میں ہو رہا تھا اور اکثر ارواح خبیثہ شیاطین کی کچھ نہ کچھ استراق
سمع کے ذریعہ ملائکہ جو سے کچھ سن سنا کر اور پھر اس میں اپنی طرف سے غلط ملط کر کے اپنے
اولیا اور کاہنوں کو کچھ خبر دیدیا کرتے تھے۔ اور نیز بذریعہ خوابوں کے جو شیاطینی ہوتی تھیں
اُن میں بھی اپنے خیالی ڈھکوسلے ملا کر کوئی پیشین گوئی کردیا کرتے تھے جیسا کہ ہمارے
زمانہ میں بھی جنتریوں کی پیشین گوئیوں کی بے شمار اشاعت ہو رہی ہے اور دفتر آب ہوا
کے ذریعہ بھی بہت سے امور آئندہ بتائے جاتے ہیں اور خواب شیاطینی بھی مخالفت حضرت
مسیح موعود میں بہت لوگوں کو ہوئے ہیں دیکھو کتاب عصائے موسیٰ [illegible] ضخیم کتاب مجموعہ
اضغاث احلام ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت مقتضی ہوئی کہ آپ کی وحی جو محض منجانب اللہ
ہے اُس میں اور مخالفوں کے اضغاث احلام میں ایک کامل مابہ الامتیاز حاصل ہو جاوے
اس امر کو ہم کسی قدر وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں بحولہ وقوتہ تعالیٰ اور بہ نستعین
واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جب کوئی مضمون دعوے کے طور پر بیان فرماتا ہے تو اُس

کے ساتھ اپنی صفات میں سے اُن صفات کو بیان فرماتا ہے جو اُس مضمون کے لئے بطور دلیل کے ہوتی ہیں۔ کہیں خیر الرازقین فرمادیا۔ کہیں علیم وخبیر فرمادیا۔ کہیں عزیز حکیم فرمادیا علیٰ ہذالقیاس۔ یہاں پر اثبات نبوت حضرت خاتم النبیین صلعم کا بیان ہے اور مقتضائے حال زمانہ بعثت خاتم النبیین کا دو قسم کے اعجاز کو مقتضی تھا اول تو عالم شہادت میں اعجاز کا ہونا ضروری تھا اوس اعجاز کو تو متعدد آیات میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ الایۃ وغیرہ میں ارشاد فرمایا ہے اسی طرح پر عالم ملکوت اور روحانیات میں بھی آپ کا اعجاز ہونا ضرور چاہئے تھا تاکہ آپ کے اخبار ماضیہ۔ حالیہ اور مستقبلہ اور نیز احکام مندرجہ کتاب وسنت کے حد اعجاز کو پہونچ جاویں۔ کیونکہ جس طرح پر عالم شہادت میں انواع انواع کے شبہات اور التباسات واقع ہیں [1] زمانہ حال ہی کو دیکھو کہ اخبار غیب کے بیان کرنے کے کسقدر کارخانے مشاہد ہو رہے ہیں جنتریاں۔ دفتر آب وہوا۔ رصد گاہیں۔ آلات جو حادثات آیندہ کے معلوم کرنے کے لئے تیار کی گئی ہیں۔ علم نجوم جس کے ذریعہ سے اجرام فلکی کا حال واثر معلوم کیا جاتا ہے اور وہ خوابہائے شیطانی اور نیز الہامات شیاطینی جو بمقابلہ حضرت مسیح موعود کے متعدد کتابوں میں درج ہو کر شایع ہوئی اور پھر چند عرصہ میں ضایع ہو گئی کتاب عصائے موسیٰ ہی کو دیکھو جس کا رد آیات الرحمٰن لنسخ ما یلقی الشیطان لکھا گیا ہے اور اُس کا رد تو یہی کافی ہے۔ کہ اوس کو بموجب پیشین گوئی کے فوت ہوئے تو مدت دراز ہو گئی اور خاکسار اوس کا رد لکھنے والا اس وقت تک بحولہ وقوتہ وبفضلہ تعالیٰ موجود ہے الحمدللہ ولا فخر الحاصل عالم غیر محسوس روحانیات میں بھی بڑے بڑے التباسات واقع ہو رہے تھے اور اب بھی ہو رہی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کا کارخانہ نبوت عالم ارواح کے لحاظ سے بھی ایسا حد اعجاز کو پہونچ جاوے کہ کسی کاہن یا ساحر یا خواب بین وغیرہ وغیرہ کو اوس کے مقابلہ یا معارضہ کرنے کی مجال حاصل نہ ہو والحمدللہ تعالیٰ۔ اس لئے قرآن مجید نے اپنی عادت کے بموجب کہ ہر ایک دعوے کے مضمون میں وہ صفات بیان فرمادیتا ہے جو اوس دعوے کے لئے بمنزلہ دلیل کے ہو جاتی ہیں پس یہاں پر جو بھی مضمون اثبات نبوت خاتم النبیین

[1] جن کی وجہ سے متعدد مذاہب عالم میں پیدا ہو گئے ہیں اور ہر ایک مذہب والے کے پاس ایسے شبہات ہیں جو مصداق کل حزب بما لدیہم فرحون کے ہیں عالم ارواح میں بھی بسبب موجود ہونے ارواح خبیثہ شیاطین کے بڑے بڑے التباسات اور اشتباہ واقع ہیں اور بھی

وسید المرسلین کا ہے آپ کی وحی اعلیٰ اور ممتاز عن سائر الوحی کے لئے ارشاد فرمایا کہ علمہ شدید القویٰ ذو مرۃ تاکہ ثابت ہو کہ آپ کی وحی میں یہ صفات قوت اور شدت اور ہیبت ذاتی وغیرہ کی موجود ہیں جیسا کہ دوسری جگہ پر ارشاد ہے کہ لو انزلنا ہٰذا القراٰن علیٰ جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ پس حضرت خاتم النبیین کی وہ وحی ہی کہ جس کے ساتھ کسی کی وحی مساوی نہیں ہو سکتی اور نہ کسی کو آج تک اس دعوی کرنے کی مجال ہوئی جو کہے کہ میری وحی بھی علمہ شدید القویٰ ذو مرۃ کی تعلیم کے مثل ہے کلا وحاشا ومن ادعیٰ فعلیہ البیان۔

اب آپ کے اور صفات بیان فرماتے ہیں کہ فاستویٰ وہو بالافق الاعلیٰ پس سنوی ہوا صاحب تمہارا صراط مستقیم پر دراں حالیکہ وہ تمہارا صاحب افق اعلیٰ پر تھا ت واضح ہو کہ بظاہر انسان دو چیزوں سے مرکب ہوا ہے جس کا ایک جزو تو جسم مادی ہے جو بظاہر بڑا جزو معلوم ہوتا ہے اور فی الحقیقت کچھ نہیں۔ اور دوسرا جزو اعظم اوس کا روح ہے جو ان آنکھوں سے نظر بھی نہیں آتا کیونکہ وہ عالم مجردات سے ہے اور باقی دوسرے قویٰ جو ہیں وہ بھی نظر نہیں آتے اور اوس کے خادم ہیں۔ اب ہر ایک انسان کو اس امر سے یہ تو ثابت ہو گیا ہو گا کہ خود اس کے جسم کے اندر ایسی اشیا موجود ہیں جو اس کو نظر نہیں آتیں پس جو اشیاء کہ غیر محسوس ہیں اگر اُن میں سے کسی کی خبر مخبر صادق دیوے تو انسان کو سزاوار نہیں کہ اوس کا جھٹ پٹ انکار کر دے اور پھر غور کرو کہ روح انسانی میں بیسیوں قوتیں غیر محسوس اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ایسی ودیعت رکھی ہیں جن کے ذریعہ سے ایسے افعال اوس سے صادر ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر دوسرے انسان حیران ہو جاتے ہیں مثال کے طور سے ایک نظیر پیش کی جاتی ہے کہ اس میں ایک قوت تحصیل علم کی ودیعت رکھی ہے دیکھو جب انسان صرف تحصیل علوم مادیات کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کیسے کیسے فنون عجیبہ وغریبہ پیدا کر لیتا ہے زمانہ حال ہی میں نظر کرو کہ اہالی یورپ۔ جاپان۔ جرمن۔ انگلستان فرانس وغیرہ وغیرہ نے کیسے کیسے صنائع بدائع ایجاد کئے ہیں نوٹوگراف۔ فونوگراف ٹیلیفون

تار برقی گھڑی وغیرہ وغیرہ۔ یہ علوم کارخانہ نبوت انبیاء کے ہیں خصوصًا کارخانہ نبوت محمدیہ خاتم النبیین وسید المرسلین سے ان کو زیادہ تر تعلق ہے اور بڑی خصوصیت ہے۔

وقول الذکر فنون چونکہ جسمانیات سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے وہ سب کے سب اور اون کے متعلقات بھی فانی غیر باقی ہیں۔ اس لئے اون کے توغل کی نسبت ارشاد فرمایا گیا کہ قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اور دوسرے علوم ثانی الذکر اور اون کے متعلقات کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر عملا اور یہ علوم متعلق عالم ملکوت ونبوت کے وہبی اس وجہ سے کہلائے جاتے ہیں کہ ان کے حصول میں کسب انسانی کو دخل نہیں ہوتا اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس ایضًا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ایضًا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء وغیر ذالک من النصوص البینات ان علوم کی سیکلوپیڈیا جس کو دوسرے لفظوں میں دائرۃ المعارف کہنا چاہیئے جو افق اعلیٰ کے درجے پر پہونچی ہوئی ہے۔ جس کے مرتبے تک کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں پہونچ سکا حضرت خاتم النبیین سید المرسلین صلعم ہی باذنہ تعالیٰ ہیں جو خود دعویٰ مع الثبوت میں فرماتے ہیں کہ علمت علم الاولین والاخرین وعلمت ما لم تکن تعلم۔ اور اس زمانہ آخری میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے کیونکہ اون کی کتاب قرآن مجید اب تک موجود ومحفوظ ہے اور رہے گا اور اب تک اوس کا یہ دعوےٰ باواز بلند پکار پکار کر کیا جاتا ہے کہ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا کیونکہ اس آیت میں کلمات ربی سے مراد مضومانت اور معارف قرآن مجید کے ہیں جو لا انتہا ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لو شئت لاوقرت سبعین بعیرا من تفسیر فاتحۃ الکتاب وقال ابن مسعود من اراد علم الاولین والاخرین فلیثور القرآن امام فخر الدین رازی کی نسبت مشہور ہے کہ اونہوں نے اپنی تفسیر کے اول ہی میں یہ دعویٰ

دوسرے وہ علوم ہیں جو روحانیات سے متعلق ہیں ... یہ علوم وہ ہیں جو انبیاء کو وحی کے طور پر دیے جاتے ہیں۔

کیا ہے کہ صرف ایک سورۂ فاتحہ سے دس ہزار مسایل استنباط ہو سکتے ہیں یا میں کر سکتا ہوں اس زمانہ کو بھی جانے دو کہ وہ گذر گیا حضرت مسیح موعود نے سورۂ فاتحہ کی تین چار تفسیریں عربی۔فارسی۔اُردو میں ایسی لکھی ہیں کہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت کی مصداق ہیں کیا سچا الہام ہے حضرت مسیح موعود کا کہ الخیر کلہ فی القرآن ؎

جمال وحسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
یا الہٰی تیرا قرآں ہے کہ اک عالم ہے جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

جب اس قدر ثبوت موجود ہیں تو اب اس میں کیا شک رہ سکتا ہے کہ وہ علوم جو حضرت خاتم النبیین کے سینہ علوم گنجینہ سے برآمد ہو کر تمام عالم کو منور کر رہی ہیں اور کر دیا وہ ایک ایسا دائرۃ المعارف ہی جو درجہ استوا پر اس حد تک پہونچا ہوا ہے جس کو افق اعلیٰ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ولنعم ما قال مسیح الموعود

ہست فرقاں از خدا حبل المتیں تا کشندت سوئے رب العالمیں

جس کی طرف آیت فاستویٰ وھو بالافق الاعلیٰ اشارہ کر رہی ہے اس لئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم یک قطرۂ ز بحر زلال محمدؐ است

کہیں فرماتے ہیں ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

اور یہ جو حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ من فرق بینی و بین المصطفےٰ فما عرفنی وما رای اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ جس شخص نے مجھ کو حضرت خاتم النبیینؐ سید المرسلین کی غلامی سے جدا کیا اوس نے مجھ کو پہچانا ہی نہیں اور مجھ کو نظر بصیرت سے دیکھا تک نہیں اور الفاظ حدیث میں بھی یہی معنی آئے ہیں جو خود حضرت سید المرسلین نے اپنی اُمت کو دعا میں تعلیم فرمائے ہیں کہ اللّٰھُمّ لا تفرق بیننا و بینہ حتی تدخلنا مدخلہ واجعلنا من رفقائہ مع النبیین من احبائہ والصدیقین والشھدا والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا کیونکہ یہ دعا کل افراد امت کو تعلیم فرمائی

گئی ہے۔ جس میں حضرت مسیح بھی داخل ہیں۔ پس جو شخص سوائے ان معنوں کے غلو کی راہ چلتا ہے وہ اس دعا ہی کی مخالفت کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود کی غلامی خاتم النبیین کی قدر نہیں کرتا اور حضرت مسیح کو اوس نے بھی نہ پہچانا نہ جانا یا جو معنی لھم یفرقوا بین اللہ و رسلہ کے ہیں وہی معنی اس الہام کے ہیں نہ یہ کہ سب رسول اللہ بن گئے ہیں کلا و حاشا کیا البشر اور کیا اللہ تعالیٰ۔

نکتہ عجیبہ۔ جس آیت میں النبیین کا لفظ موجود نہیں جیسا کہ والذین امنوا باللہ و رسلہ تو اوس میں اولٰئک ھم الصدیقون فرمایا گیا ہے کیونکہ صدیقین شہدا اور صالحین کا آنا بعد آں حضرت صلعم کے بہ کثرت اور نیز آپ کی حیات میں بھی واقع ہوا ثلثۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین اور جس آیت میں کہ النبیین کا لفظ بھی موجود ہے جیسا کہ من یطع اللہ والرسول وہاں پر ہم النبیون نہیں فرمایا گیا بلکہ لفظ مع کے ساتھ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین ارشاد ہوا ہے اور اوس میں رفاقت بھی فرمائی گئی کہ حسن اولٰئک رفیقا پس یہ اس طرف کیا عمدہ اشارہ ہے کہ امت محمدیہ میں صدیقین۔ شہدا۔ صالحین تو بکثرت ضرور ہوں گے۔ لیکن نبیین نہ ہوں گے بلکہ حسن اولٰئک رفیقا کے مصداق ہوں گے علیٰ ہذا القیاس سورۂ فاتحہ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ انعمت علیھم میں چونکہ انبیاء بھی داخل تھے اس لئے یہ نہ فرمایا گیا کہ اجعلنا الذین انعمت علیھم یا اولٰئک الذین انعمت علیھم بلکہ صراط الذین انعمت علیھم ارشاد ہوا جو حسن اولٰئک رفیقا کی طرف ناظر ہے جو اون کی رفاقت ہے اور حضرت مسیح موعود کو اسی لئے ضرورت پڑی کہ بہت سی متعدد جگہ پر آپ نے لفظ نبیؑ کی نسبت تاویل فرمائی اور اسے خطاب العزۃ کے منہاج پر اوس کو گویا قرار دیا کیونکہ خطاب و لقب میں معنی حقیقی مراد نہیں ہوا کرتے صرف اعزاز مراد ہوتا ہے اور پھر گذارش یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین نے اپنی اُمت کے لئے کوئی فضیلت باقی نہیں چھوڑی جس کے حصول کے لئے دعا نہ فرمائی اور ہر ایک فضیلت کی تحصیل کے لئے دعا اون کو

تفہیم زمانی ہے لیکن تمام دوادس احادیث کو دیکھو اور نیز تمام احادیث دعائیہ پر نظر ڈالو۔ میں بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ کسی حدیث دعائیہ میں نہ پاؤ گے۔ جس میں اس مضمون کی دعا ہو کہ اللّٰھم اجعلنا نبیاً ہاں اس کے برعکس مدعیان نبوت کو متعدد جگہ دجال کذاب کہا گیا اور حضرت عمرؓ جیسے محدث کے بارے بھی اور حضرت علیؓ جیسے فاتح خیبر کے واسطے بھی یہی فرمایا گیا کہ الا انہ لا نبی بعدی اور لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔ وہوالمدعا۔ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی پھر قریب ہوا یعنی قرب صفاتی سے پھر نیچے کو جھکا یعنی قرب ذاتی سے پس اس قرب کی نوبت یہاں تک پہونچی کہ بقدر مقدار دو قوسوں کے فرق رہ گیا یا اس سے بھی بہت کم۔ ف۔ قرآن مجید میں بعض محاورات عرب کے ایسے ہیں کہ جب تک اُن کی اصل بیان نہ ہو اوس وقت تک اون کی بلاغت عجائی ہم عجمیوں پر بخوبی منکشف نہیں ہوتی لہٰذا تفسیر کبیر سے اس محاورے کی اصل لکھی جاتی ہے کہ ورد ہذا علی استعمال العرب وعادتهم فان الاثنين منهم اذا الكبرين اذا اصطلحا وتعاهدا خرجا بقوسيهما ودتر كل واحد منهما طرف قوسه لطرف قوس صاحبه ومن دونهما من الرعية يكون كفه بكفه فينهيان باعينهما ولذا الك لتسمى مبايعة پس اسی محاورے کے بموجب اللہ تعالیٰ قرب محمدی کو جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے ساتھ ہی بیان فرماتا ہے اور اس فصاحت وبلاغت کے ساتھ کہ مقام عبدیت اپنے درجے پر رہتا ہے اور مرتبہ الوہیت اپنے اصل مرتبے پر جلوہ گر ہے اور متجلی ہو رہا ہے جیسا کہ احادیث میں بھی اس مقام کو اس طرح پر فرمایا گیا ہے کہ من تقرب الی شبرا تقربت الیه ذراعا ومن تقرب الی ذراعا تقربت الیه باعا ومن مشی الی اتیته ہرولة سبحان اللہ شریعت اسلام میں کس قدر توسط اور استقامت اور استوی ہے کہ ایک ذرہ بھر نہ افراط ہے نہ تفریط جیسا کہ عیسائی مذہب میں ہے کہ کہیں پر عبد کو مقام

ابنیت یا الوہیت میں پہنچا دیا اور کسی جگہ پر اپنے تئیں نیک کہنے سے بھی منع کر دیا اور اصل بات یہی ہے کہ عبداللہ کیسا ہی عظیم الشان ہو کیسا ہی مقرب الٰہی ہو مگر وہ پھر بھی عبد کا عبد رہے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کیسی ہی عظمت دیوے مگر وہ اپنی عبدیت کے مقام سے الوہیت کی شان تک ہرگز ہرگز پہونچ ہی نہیں ہو سکتا قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی اس کی طرف ناظر ہے۔

الحاصل جب اس شان سے عرب میں باہم دو امیروں میں صلح ہوتی تھی تو یہ قرار پاتا تھا کہ جو ایک کا دوست وہ دوسرے کا بھی دوست اور جو ایک کا دشمن وہ دوسرے کا دشمن اور جو ایک کا حکم وہی دوسرے کا کما فی بعض التفاسیر یہاں بھی یہی شان ہے کہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ اور قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد ۔

تا نہ نور احمد آید جلوہ گر کس نمی گیرد ز تاریکی بدر

چونکہ ان آیات میں ضمائر سابق کے مرجع میں مفسرین کا اختلاف بہت ہے اور ہم نے جو ضمایر کے مرجع بموجب اپنے مذہب مختار کے لکھے ہیں وہ اکثر مفسرین نے بھی لکھے ہیں مثل تفسیر کبیر وغیرہ کے مگر ہم یہاں پر واسطے آسانی کے تفسیر حسینی سے ایک قول لکھے دیتے ہیں و بقول بعضے ضمایر راجع بحق است و بعضے بہ پیغمبر بدین نوع کہ ثم دنی پس نزدیک شد محمد صلعم بحضرت احدیت یعنی مقرب بارگاہ الوہیت گشت بمکانت و منزلت نہ بمنزل و مکان فتدلی پس فروتنی کرد یعنی سجدہ بجا آورد خدائے تعالیٰ را و چوں آں مرتبہ بواسطہ خدمت یافتہ بود دیگر بارہ وظیفہ خدمت افزود و در سجدہ وعدہ قربت نیز ہست کہ اقرب ما یکون العبد من ربہ ان یکون ساجدا فکان قاب قوسین او ادنیٰ کنایت است

از تاکید قربت و تقریر محبت بواسطے تقریب با فہام در صورت تمثیل مودلی شدہ
چہ عادت عقلائے عرب آن بود کہ چوں تاکید عہدی نمودندے و توثیق عقدے
خواستندے کہ نقض بان راہ نیابد ہر یک از متعاہدان کمان خود را حاضر ساختہ
بایکدیگر انضمام دادندے و ہر دو بیک بار قبضتین گرفتہ و بیک بار کشیدہ باتفاق
یک تیر ازاں بینداختندے و ایں صورت از ایشاں اشارت المعنی بود کہ موافقت
کلی میان ما تحقیق پذیرفت و مصادقت اصلی برد۔ حے تمہید یافت کہ بعد ازیں رضا
سخط یکے موجب رضا و سخط آں دیگرے است پس گویا دریں آیت باعنایت آں
معنی موودی شدہ کہ محبت و قربت پیغمبر علیہ السلام با حق سبحانہ بمثابہ تاکید یافتہ
کہ مقبول رسول مقبول خداوند است و مردود مصطفٰے مردود درگاہ خداتعالٰے و علیٰ ہذا
لقیاس۔ وحفظنٰہا من کل شیطان الرجیم ۱ الا من استرق السمع فاتبعہ
شہاب مبین ۲ و اذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم
مسئلہ رجم الشیاطین اور استراق سمع کا شریعت اسلام میں ایسا ضعیف نہیں
ہے کہ فلسفہ حال سے خدانخواستہ ڈر کر ہم آیات بیّنات کے ظاہری معنوں کی تکذیب
کر دیویں دیکھو جس وقت ہم قرآن مجید پڑھنا چاہتے ہیں تو بامر الٰہی اُسی وقت
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کو اوّلاً پڑھتے ہیں جس میں رجیم کا لفظ جو مشتق
رجم سے ہے موجود ہے گو رجم کے معنی مختلف اور متعدد ہیں مگر جو معنی رجوما للشیاطین
کے مشہور اور متعارف ہیں قرآن کی آیات بینات سے ہمارے اذہان میں
وہی معنی ظاہری اور مشہور آجاتے ہیں جو اللہ تعالٰی نے متعدد جگہ مختلف عبارات
میں بیان مع تبیان فرمائے ہیں جیسا کہ مضمون ہذا میں پہلے چند آیات لکھی گئی
ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ظاہری معنوں کو تسلیم کر کے بحکم لکل ظہر بطن کے علاوہ
ظاہری معنوں کے دوسرے معنوں کو بھی مان لیں جو سیاق و سباق کے بھی مخالف
نہ ہوں اور مخالف تعلیم اسلام کے بھی نہ ہوں اور جو امور متواترات عرب اوّل

سے چلے آئے ہیں اون کے بھی مخالف نہ ہوں ان کو بھی ہم مان سکتے ہیں اس میں کوئی محظور شرعی لازم نہیں آتا اما التنازع الی الباطن قبل احکام الظاہر فممنوع نافذ کالبلوغ الی اصل البیت قبل مجاوزۃ الباب امام غزالی وغیرہ مسئلہ ہذا جو اس زمانہ میں مختلف فیہا ہو رہا ہے اوس کی نسبت ہم چند مقدمات لکھتے ہیں۔

(۱) واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اور نیز اوس کی صفات کاملہ قدرت وغیرہ پر اسلام نے ایسے براہین قاہرہ قایم کیے ہیں کہ فرقہ دہریہ اور ملحدوں کی مجال نہیں کہ اون دلایل کو توڑ سکیں یہ محل اون کے بیان کی گنجایش نہیں رکھتا اپنے محل پر مذکور ہیں دیکھو علم کلام کی کتابوں کو اور قرآن مجید کے دلایل کو لیکن پھر بھی ایسی ذات قادر مطلق متصف بصفات کاملہ بھی غیر محسوس ہے کسی کو نظر نہیں آتی پس ثابت ہوا کہ کسی موجود شے کا حواس خمسہ سے نظر نہ ہونا اوس کے وجود کو باطل نہیں کرتا

(۲) ثانیاً عرض ہے کہ ہم سب انسانوں میں ایسی ارواح موجود ہیں جن میں طرح طرح کی قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ مضمون ماسبق میں ہم نے صرف ایک قوت روح کی جو تحصیل علم کے لیئے ہے ثابت کی ہے اور بھی بیسیوں قوتیں اوس میں موجود ہیں جن کے ذکر کرنے میں طوالت ہوتی ہے پس ایسی شے جس کے وجود کے سبب سے ہم سب طرح کے انتظام دینی و دنیوی کر رہے ہیں۔ موجود تو ہے پھر بھی محسوس نہیں ہوتی اور جب وہ روح مادی جسم سے پرواز کر کے چلی جاتی ہے تب بھی اوس کا پرواز کرنا محسوس نہیں ہوتا پس اس مقدمہ سے بھی یہی ثابت ہوا کہ کسی شے موجود کا محسوس نہ ہونا اوس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شے بڑی بڑی طاقتوں والی موجود ہو اور ہم کو نظر نہ آوے تو اوس کا وجود ہی نہ ہو۔

(۳) ثالثاً یہ عرض ہے کہ ہم خود بھی بہت سے نیک کام کرتے ہیں اور بہت سے بد کاموں کے بھی مرتکب ہوتے ہیں یہ سلسلہ خیر و شر کا حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک بنی آدم میں شایع و ذایع ہو رہا ہے کوئی عقل انسانی اس کا انکار نہیں کر سکتی ہم یہاں پر اس بحث میں نہیں پڑتے کہ کون سے کام خیر ہیں کون سے شر۔ یہ ضرور کہیں گے کہ کل بنی آدم کے نزدیک امور متضمن خیر و شر ضرور ہیں جن کو وہ عمل میں لا رہے ہیں کوئی عقل انسانی اس مقدمہ کا انکار نہیں کر سکتی کہ دین و دنیا کے امور میں خیر اور شر کا وجود ضرور پایا جاتا ہے اس مقدمہ سوم میں ہم کو یہ بحث کرنا بھی ضرور نہیں کہ فاعل حقیقی اس خیر و شر کا کون ہے کیسے با شید ہے مگر بہر حال مذہب فلسفہ میں بھی یہ امر ضروری ہے کہ کوئی شے اس عالم میں بغیر ایک سبب خاص کے حادث نہیں ہوتی تو پھر عالم غیر محسوسات میں جن کو ہم نے دوسرے مقدمہ میں عالم ارواح قرار دیا ہے اوس میں بھی سلسلہ معلول اور علل کا ہونا ضروریات سے ہے کیونکہ حادث کے لیے محدث کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور یہ امر اسلام کو بھی مسلم ہے کہ کوئی حادث بغیر کسی محدث کے وجود میں نہیں آتا مگر اسلام صرف اس قدر اور زیادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اور عادت ہے کہ کوئی شے بغیر سبب کے وہ حادث نہیں کرتا پس فلسفہ اور اسلام میں کوئی ایسا فرق نہیں جس سے ہمارے اس مقدمہ کو کچھ نقصان پہونچے کیونکہ وجود حادث کے لیے سبب کا ہونا دونوں مانتے ہیں اور یہی مقصود ہے۔

(۴) رابعاً ہم کہتے ہیں کہ خیر و شر دونوں باہم متضاد امر ہیں لیکن یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ دو متضاد امروں کا ایک ہی سبب ہو بلکہ بہت ضروری ہے کہ دونوں سبب بھی متضاد ہوں۔ پس محرک خیر کا نام اسلام نے فرشتہ یا ملک رکھا ہے اور یہ ایک ایسی مخلوق الٰہی ہے جو بے شمار ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو اور ملک کی صفت بالتعریف یہ ہے کہ خلق لافاضۃ النافع فی العاقبۃ و کشف الحق والوعد بالمعروف اور شر کے سبب کا نام اسلام نے شیطان رکھا ہے

اوس کی فوج بھی بے شمار ہے اوس کی صفت یہ ہے کہ مخلوق سبب للمضر فی الواقعۃ وستر الحق والوعد بالمنکر۔ اول الذکر یعنی ملائکہ تو منازل عالیہ اور سافلہ یعنی زمین و آسمان اور ما بینہما میں موجود ہیں اور ثانی الذکر یعنی شیاطین کا مقام منازل سافلہ میں ہے یعنی زمین میں چونکہ شیاطین منبع شر ہیں اور پھر مجردات یا مانند مجردات کے ہیں اس لئے واسطے تکمیل اپنی اغراض فاسدہ کے اور پیدا کرنے شر و فساد کے منازل عالیہ یعنی آسمانوں پر بھی جانا چاہتے ہیں اور حسب مقتضائے مصالحہ الٰہیہ کے ملایک بموجب اذن اللہ تعالیٰ کے اون کی مدافعت سختی کے ساتھ کرتے ہیں خواہ آلہ مدافعت کو شہاب ثاقب یا ستاروں کا ٹوٹنا کہئے یا دوسرے لفظوں فصیح میں وجعلنا ھا رجوما للشیاطین یا فاتبعہ شھاب مبین کہئے کیونکہ عالم مجردات و ارواح کے بیان میں بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ سلسلہ اسباب اور مسببات کا ضروری ہے یا علل و معلول اوس کا نام رکھا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے کیا استبعاد ہے کہ اون اجرام مضئہ میں جن سے ملائکہ شیاطین کو دفع کرتے ہیں اون میں الیسی تاثیر رکھدے جو شیاطین یا ارواح خبیثہ اوس کے زہر سے ہلاک ہوجاتے ہوں یا واپس زمین کی طرف بھاگ آتے ہوں اور پوری کامیابی استراق سمع سے اُن کو حاصل نہ ہوتی ہو اس میں کوئی استبعاد عقلی نہیں لیکن ناظرین کو لازم ہے کہ اس مضمون میں ہر جگہ پر وہ مقدمہ مذکورہ یاد رکھیں جس کا یہ مضمون ہے کہ قد علم من سنۃ اللہ انہ لا یفعل شیئاً الا بسبب یخصہ اور یہاں پر ہم یہ بحث بھی نہیں چھیڑتے کہ وہ اجرام روشن (جو ایک جگہ سے دفعتاً علیحدہ ہو کر بڑی سرعت کے ساتھ نیچے کو بھی گرتے ہیں اور پھر داہنی طرف اور بائیں طرف بڑی سرعت کے ساتھ دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں) اُن کی کیا حقیقت ہے کیونکہ اس کی تحقیق کا محل دوسرا ہے ہمارا مقصود تو صرف اس قدر ہے کہ خداوند عالم نے جو ایک مخلوق باسم ملائکہ پیدا کی ہے اور اون کے مقابل دوسری مخلوق جن و شیاطین پیدا کئے ہیں وہ اپنے اپنے

کاموں میں مصروف ہیں جیسا کہ عالم محسوسات میں بھی ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک
انسان نیک و بد اپنے اپنے کاموں میں لگا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا ان سعیکم
لشتّٰی پس اگر اس مسئلہ رجم الشیاطین کو ہم اپنے ظاہری معنی پر ہی رکھیں۔
تو کوئی عقل انسانی بلحاظ مقدمات مذکورہ کے اس کی تکذیب نہیں کرسکتی۔ خصوصاً جبکہ
ایک ایسے مخبر صادق نے اُس کو بیان فرمایا ہو جس کی صداقت ہزاروں معجزات سے
صادق ثابت ہو چکی ہے اور عرب اول سے اس وقت تک منقول ہوتی چلی آئی ہے
اور پھر نظر کرو کہ ان ستاروں کا ٹوٹنا ایک عجیب شان سے واقع ہوتا ہے جو ظاہری
معنی آیات متنازعہ فیہا کی ہی تائید کرتا ہے وہ یہ کہ جیسے کوئی کوتوال یا تھانہ دار
کسی چور کے پکڑنے یا مارنے کے لئے موافق چور کی حرکات کے کبھی پیچھے کی طرف کو
اور کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف اور کبھی سامنے کی طرف دوڑتا ہے
بعینہ اسی طرح پر یہ ستارے بڑی سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہوئے نظر آیا
کرتے ہیں اس مسئلہ کی صداقت کے ثبوت کے لئے جو قرآن مجید نے بیان فرمایا
ہے اور عرب سے متواتر منقول ہوتا اس وقت تک چلا آیا ہے یہی حرکات مختلفہ
کافی و وافی ہیں کیونکہ ان کی مختلف حرکات کی کوئی وجہ وجیہ معلوم نہیں ہوتی۔ پس
اس کی تکذیب بھی سوائے ضعف اسلام یا عدم علم کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتی ہیں
میں نے آیات متنازعہ فیہا کے سمجھنے کے لئے یہ چند سطور لکھدی ہیں ورنہ اس کی
تفصیل اگر کی جاوے تو ایک دفتر طویل ہو سکتا ہے۔ بحولہ وقوتہ تعالیٰ و آخر دعوانا
ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین

فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ پس وحی کی اس نے طرف بندہ اپنے کے جو کچھ کہ وحی کی
ف۔ جملہ ما اوحیٰ کا تفخیم کے لئے ہے تو وحی حضرت خاتم النبیین کی عظمت کا بیان ہے
جو ایک ترتیب مناسب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اول تو آپ کا استقرار مراتب
کمالات انسانیت میں بیان فرمایا گیا کہ جس قدر کمالات انسانی ہیں اُن میں کوئی کمی باقی
نہیں رہی تھی بلکہ آپ کل کمالات اور فضائل انسانیہ میں پورے اور برابر ہوگئے تھے

پھر آپ اُن مراتب انسانیہ میں درجہ افق اعلیٰ پر پہونچے ہوئے تھے اس سے اشارہ اُس کمال نبوت کی طرف ہوا کہ کوئی اور نبی اُس افق اعلیٰ تک نہیں پہونچا جس کی طرف خود حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آدم و من دونہ تحت لوائی جیسا کہ ہم نے پچھلے رسایل میں لبشرح بیان کیا ہے پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا قرب الٰہی حاصل ہوا جس کو بقدر مقدار دو قوسوں کے تعبیر فرمایا گیا اور پھر اس سے بھی زیادہ تر آپ کو قربت الٰہی حاصل ہوئی جس کی نسبت صوفیائے کرام فرماتے ہیں ؎

خیمہ بروں زد ز حدود جہات | پردہ او شد تتق نور ذات
تیرگی ہستی از و دور شد | پردگی پردہ از و نور شد
کیست کزاں پردہ شود کارساز | زمزمہ گوید ازاں پردہ باز

اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ؎

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم | آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال | چوں دل احمد نمی بینم دگر عرش عظیم
آں مقام و رتبت خاصش کہ بر من شد عیاں | گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہ سلیم

پس جبکہ آپ کو یہ شان اعلیٰ قرب الٰہی کی حاصل ہے تو پھر وحی حضرت رسالت پناہی کیسی عظیم الشان ہوگی گلستان سعدی سے مجھ کو یاد آگیا حدیث کے ترجمہ پر شیخ نقل فرماتے ہیں کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل اسی معراج کے مقدمہ میں حضرت جبرئیل کی طرف سے شیخ شیرازی اوس روایت کو ترجمۃً نقل کرتے ہیں جس کے یہ لفظ ہیں تغیر کیے سے وقال لہ جبرئیل لو دنوت انملۃ لاحترقت

اگر یک سر موئے برتر پرم | فروغ تجلی بسوزد پرم

خلاصہ یہ کہ اس قرب الٰہی کے درجہ کی وحی میں کوئی بشر آپ کا شریک نہیں ہو سکتا دیکھو کلام اللہ جو ایک صفت عظیم الشان اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہے آپ کے قلب مقدس اور زبان مبارک میں متجلی ہو کر نازل ہوتی ہے جیسا کہ توریت سفر استثنا باب ۱۸

کے اخیر میں مذکور ہے واتی نبی الضبہ لھم من بعض اخوتک مثلک القنہ کلامی فیخاطبھم بجمیع ما آمرہ بہ ان یہ قول سرسید صاحب کا غلط ہے

زجبریل امین قرآں بہ پیغامی نخواہم   ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

کیونکہ اس میں جو اُنھوں نے حضرت صلعم کی عظمت سمجھی ہے اس میں کوئی عظمت نہیں ہے عظمت اوس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام آپ کے دہن مبارک پر تجلی ہو اور سرسید کا مذہب نصوص کے خلاف ہے اس لیے ہمارا یہ اعتقاد ہے

گرچہ قرآں از لب پیغمبر است   ہر کہ گوید حق نہ گفت او کافر است

اور صفات شدید القوی ذو مرۃ کے بیان کرتے میں۔ اس طرف اشارہ ہے کہ تحریف و تبدیل کرنے سے اوس میں کسی بشر کو مجال نہ ہوگی اور مفہومات اوس کے بے نہایت ہوں گے اور اوس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کرنا کسی بشر کی طاقت میں ہرگز نہ ہوگا اور پیشین گوئیوں کا ایک دریائے زخار اوس کی ہر ایک آیت میں بہتا ہوگا اور تمام علوم کے ذخیرے اوس میں موجود ہوں گے وغیرہ وغیرہ من طرق اعجازاتہ قرآن مجید کی عادت ہے کہ جس حکم کو کسی آیت میں ارشاد فرماتا ہے اوس کے اخیر میں بطور استدلال کے اپنی صفات میں سے کوئی صفت بطور حجت کے بیان فرماتا ہے۔ یہاں پر بھی یہ دونوں صفتیں شدید القوی ذو مرۃ اس لئے بیان فرمائی گئی ہیں تاکہ اس وحی معجزانہ کے لیے جس کو بالفاظ فاوحی الی عبدہ ما اوحی ارشاد فرمایا ہے۔ اوس کے انواع اعجاز کی طرف اشارہ ہو جائے سبحانہ ما اعظم شانہ اس جملہ عظیمہ کے معنی مفسرین نے متعدد طرق سے بیان فرمائے ہیں جس کے بیان کرنے کی ان چند اوراق میں گنجائش نہیں ما کذب الفواد ما رای افتمارونہ علی ما یری یعنی تمہارے صاحب کے دل نے جھوٹا نہیں سمجھا جس چیز کو کہ دیکھا یعنی دل نے جو محل عقل و تجلیات الٰہی ہے اوس نے یقین کر لیا پس کیا تم اوس کے دیکھے ہوئے اور یقینی چیز پر جھگڑا کرتے ہو یا تکذیب کرتے ہو ف۔ اس معراج کے مرشیات میں

مفسّرین کا اختلاف ہے کہ وہ تجلیات کیا تھیں بعض نے حضرت جبرئیل کو کہا ہے اور بعض نے آیات رب جو کچھ کہ ہوں لکھا ہے اور بعض نے دیدار الٰہی کو لکھا ہے اور منکرین اس معراج میں انواع و اقسام کے شبہات پیدا کرتے ہیں بلکہ وہم اور خیال ہر انسان کا ان مرئیات کی رویت میں طرح طرح سے وسواس ڈالتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا تو ایک طرف رہا جبرئیل اور آیات کا دیکھنا بھی جو مجردات سے ہیں کیونکر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو مجردات سے بھی وراء الوراء ہے اوس کی رویت کیونکر ہو سکتی ہے اور اگر رویت ہی کو تسلیم کر لیا جاوے تو پھر اس کا ثبوت کیا ہے کہ وہ جبرئیل ہی اپنی اصلی صورت پر دیکھے گئے تھے یا جو کچھ دیکھا وہ مرئی اپنی اصلی حقیقت پر دیکھا گیا تھا جیسا کہ آیات کے سیاق و سباق سے مفہوم ہوتا ہے نعوذ باللہ ہو سکتا ہے کہ کسی جن یا شیاطین کا تمثل ہو یا قوت خیال اور وہم نے ہی تصرف کر کے کچھ دکھا دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رویت واقع نہ ہوئی ہو غرضکہ اس روایت میں طرح طرح کے شبہات مخالف کی طرف سے پیدا ہو سکتے ہیں اور جیسا کہ عالم شہادت میں باوجودیکہ خطا سے بچنے کے لئے علوم آلیہ منطق وغیرہ بنائی گئی ہیں لیکن پھر بھی انسان خطا سے نہیں بچ سکتا اور انہیں علوم کی آڑ میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے اور انبیا علیٰ نبینا و علیہم السلام کی تکذیب کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ عالم روحانیات میں بھی طرح طرح کے اشتباہات اور التباسات ایسے واقع ہوتے ہیں کہ اُن کی بھی کوئی حد نہیں ہے اور ان سب کے علاوہ ایک یہ بڑا دھوکہ انسان کو پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور ان کے مکذبین صورت اور شکل بشریت میں بھی مساوی ہیں کوئی بڑا مابہ الامتیاز بشریت میں مابین اون کے اور مکذبین کے نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے ان مکذبین کا یہ بھی اعتراض ہے کہ قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمان من شیٔ ان انتم الا تکذبون لیکن یہ سب کے سب وساوس شیطانی ہیں اور

اوہن عن بیت العنکبوت ہیں کہ ادنیٰ عقل انسانی کے ساتھ غور کرنے سے
بالکل نیست ونابود ہوجاتے ہیں مثلاً اسی شبہ مماثلت کے بارہ میں مولوی روم
صاحب فرماتے ہیں ؎

این ندانستند ایشاں از عمیٰ	ہست فرقے درمیاں بے منتہا
ہر دو گوں زنبور خورد از یک محل	زاں یکے شد نیش وزاں دیگر عسل
ہر دو صورت گر بہم ماند رواست	آب تلخ و آب شیریں را صفاست

اور ایک بڑا مابہ الامتیاز یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انا لننصر رسلنا
والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد۔ اور ان آیات سورۃ
النجم زیر تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ میں تمام شبہات کا جواب دیدیا ہے
کہ اول سورت میں حضرت صلعم کو لفظ صاحبکم کے ساتھ موصوف فرمایا ہے۔
جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حالت ولادت سے لے کر اس وقت معراج
تک آپ کی صحبت کے سبب تم اُن کے کل حالات سے واقف ہو آپ کی صغر سنی بھی
تم نے دیکھی ہے جو یتیمی میں گذری جس میں تربیت بھی بہت دشوار تھی الم یجدک
یتیماً فاوی اور حالت شباب بھی تم کو بخوبی معلوم ہے کہ کیسی عقل دیانت اور
امانت کے ساتھ پوری ہوئی حتیٰ کہ امور متنازعہ فیہا میں اُنہیں کو تم حکم عدل کرکر
اون کے فیصلے قبول کر لیتے تھے اور سن اختلاط کے سوانح سے بھی تم واقف ہو
کہ سوائے امور مہمہ اور امور عالیہ کے امور ادانی کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی
اور اب کہ آپ کی عمر شریف چالیس سال سے تجاوز کر چکی ہے جو زمانہ بعثت
نبوت کا ہے جس میں تمام قوم کو وعظ وپند ونصیحت فرماتے ہیں اور ایسی فصاحت
اور بلاغت کے ساتھ جس کے معارضہ یا مقابلہ کرنے سے تم سب عاجز ہو گئے ہو۔
پس یہ لحاظ اور اعتبار کرکر کس انسان کی عقل تجویز کرسکتی ہے کہ جو کچھ ایسا شخص
اپنی دیدبیان کر رہا ہے اور ایسے شخص کا دل اپنی دید کو جو شنیدہ نہیں راستی اور صدق

یقین کرتا ہے وہ جھوٹ یا فریب ہیں اس لحاظ سے فرمایا گیا کہ ما کذب الفواد ما
رای اور افتمارونہ علی مایری پھر دوسری طرف نظر کرو کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ
آپ کے دل نے شاعری کی طرف اس مدت طویلہ میں بالکل توجہ نہیں کی اور کہانت
وسحر تو نہایت ذلیل پیشے ہیں اون کی طرف بھی کبھی توجہ نہیں کی گئی اور آپ کو جنون
بھی نہیں ہے اور نہ پہلے کبھی ہوا کیونکہ نہایت دانشمندی اور عقل کی باتیں آپ
اب بھی کر رہے ہیں۔ آگے رہی شاعری سو البتہ عرب کے لوگوں کو اس سے بڑا فخر
حاصل ہوتا تھا لیکن آپ کے دل کو فن شاعری سے بھی مس تک نہیں ہوا دوسروں
کا شعر کبھی جو آپ نے کبھی پڑھا تو نہ پڑھا گیا اور اس میں زحافات واقع ہو گئے پس
ایسا شخص جس کا دل ایسا پاک وصاف اور غیر ملوث ہو کہ ان امور مذکورہ سے ایک ذرہ
بھر اوس کو مس تک حاصل نہ ہوا اور وہ اپنی دیدہ بیان کرے اور اوس کا دل بھی اوس کو
راست اور صادق یقین کرے اور خوارق عادات بھی اُس کے تصدیق کریں اور تائید الٰہیہ
بھی اوس کے شامل حال رہتی ہو اور اوس کی صحبت میں رہ کر چالیس سال سے
زیادہ کا تم کو تجربہ بھی حاصل ہو گیا ہو تو اوس کی تکذیب کوئی عقل انسانی تجویز نہیں کر
سکتی یہ ہیں معنی ما کذب الفواد ما رای کے ورنہ بغیر لحاظ کرنے صاحبکم کے افتمارونہ
علی مایری کا استفہام انکاری صرف دعوی بلا دلیل معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس قدر شبہات بیان کیے گئے ہیں باوجودیکہ وہ سب کے سب دلایل
قاطعہ سے منقوض ہیں کما مر بیانہ لیکن ایسے شخص کی مخاطبت میں جس کی صداقت
اور امانت اور درایت وغیرہ وغیرہ بسبب صحبت طویلہ چالیس سال سے زیادہ کے
تجربہ میں آ چکی ہو اوس کے مخاطبہ میں ایسے شبہات پیش کرنا بالکل ہٹ دھرمی
ہے سوا عناد کے اور کچھ نہیں ہے علاوہ یہ کہ معجزات بھی اوس کی صداقت کے
اثبات کے لئے بہت سے واقع ہو چکے ہیں کما مر انفا

اس بیان کو جو پیش نظر رکھے گا پھر اوس کو یہ وسوسہ نہیں ہو سکتا کہ افتمارونہ

علیٰ مایریٰ صرف اس دعوے پر کیونکر فرمایا گیا کہ ماکذب الفواد مارایٰ ۔ اس پر دلیل کرلسنی قایم کی گئی ہے ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہٰی اور البتہ تحقیق تمہارے صاحب نے تو دوسری مرتبہ نزولی میں بھی اوس کو دیکھا ہے نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے ۔ ف ۔ قرآن مجید کے محاورات اور الفاظ کی خوبی فصاحت اور بلاغت سمجھنے کے لئے عرب کے محاورات اور اُن کے تمدن کی واقفیت کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن مجید عرب کی زبان اور محاورات میں نازل ہوا ہے اور نیز جو دوسری زبانوں کے محاورات دنیا میں ہیں اون کی رعایت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی شان رحمانیت کے تقاضے سے فرمائی ہے بخلاف وید وغیرہ کے جس کی زبان آج تک کسی کی سمجھ ہی میں نہیں آئی پھر ہدایت کیسی اور کہاں بھی وجہ فرمایا کہ ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر من جملہ اون کے چند کلمات اہم یہاں پر ہم لکھتے ہیں قاب قوسین کو تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں اب سدرۃ المنتہیٰ کی نسبت یہاں پر لکھا جاتا ہے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ملک عرب میں جو ریگستانی ملک ہے اوس مین درختوں کے بڑے بڑے جھنڈ نہیں اور بڑے بڑے درخت موجود نہیں ہیں اور اگر کوئی باغ ہے تو اُس میں صرف درخت چھواروں کے اور کچھ درخت کیکر کے ہوں اور دیگر میدانوں میں اگر کوئی درخت ہے تو صرف کیکر ہی کا درخت ہے ۔ ایسے بڑے بڑے درخت نہیں جس کے سایے بھی طول و طویل ہوں پس ایسے اہالی ملک سے اگر ایسے منازل عالیہ کا بیان کیا جاوے کہ جہاں سے تمام دینی اور دنیوی منافع جاری ہوتے ہوں اور تمام علوم دین و دنیا کے چشمے وہیں سے نکل کر بہتے ہوں اور مثلاً جہاں تک نظام شمسی کی حد ہے جس سے بالاتر کوئی عالم ابھی تک مشاہد نہیں ہوا اور پھر اُن منازل میں آرام و آسایش انسان کو ایسی حاصل ہو جیسے شدت دھوپ کی گرمی سے اُس سایہ دار درخت کے نیچے حاصل ہوتی ہے ۔ جس کے نیچے نہریں جاری ہو رہی ہوں تو ایسے بر اعظم کے اہالی کے روبرو اگر کوئی بلیغ شخص اوس درخت کے

ساتھ تشبیہ نہ دے جس درخت کے سایہ کے نیچے بڑے بڑے اکابر عرب اپنے
امور مہمہ میں بیٹھ کر فیصلہ کرتے تھے اور اوس درخت کو جہاں کہیں مل جاتا یا ہوتا
ایک غنیمت بارد سمجھتے تھے۔ پس وہ درخت وہاں پر بیری ہی کا تھا اندریں حالت
سوائے تعبیر سدرۃ المنتہیٰ کے ایسے منازل کا اور کیا نام ہو سکتا تھا کہ اوس کا
سایہ بھی وہاں کے اور درختوں سے بہت بڑا ہوتا ہے اور اوس کے پھل اس
قدر کثرت کے ساتھ آتے ہیں کہ وہاں کے دوسرے درختوں میں اوس کثرت
سے ہرگز نہیں آتے اور پھر اُن پھلوں کے ذائقے متعدد اور مختلف مزہ کے
ہوتے ہیں اور اُن پھلوں کے اندر عجیب طرح کی دسومت شیرینی کے ساتھ
ہوتی ہے اور رنگ بھی بہت مختلف سرخ۔ سبز۔ زرد وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں
اور لکڑی اوس کی نہایت مضبوط ہوتی ہے اور پتے اوس کے نہایت دسومت
لئے ہوئے ہوتے ہیں اون کو پانی میں جوش دے کر اگر غسل کیا جاوے تو بہت
سے فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن بااین ہمہ یہ تفسیر با محاورہ اُس حقیقت سے
خالی نہیں جو اللہ تعالےٰ کے علم میں اوس کی حقیقت ہے دیکھو سدرۃ المنتہیٰ
کی صفت احادیث وغیرہ میں پس یہ کوئی مضمون شاعری نہیں جس میں حقیقت
نہ ہو۔ کلا وحاشا۔ اس لیئے قرآن مجید نے اس طرح کے محاورات میں بتقاضائے
اپنی رحمانیت کے ہدایت کرنے کے لیئے واسطے افہام عوام وخواص کے اُن
حقایق کو بیان قرآن مجید میں فرمایا ہے جو ما لا عین رائت ولا اذن سمعت
کے مصداق ہیں جیسا کہ مثل مشہور ہے ؎

چونکہ با طفلاں سروکارم فتاد ہم زبان طفلکاں باید کشاد

اور جو وساوس جبرئیل کی رویت پر یا دیدار الہٰی پر یا دیگر تجلیات وملکوت الہٰی
کی رویت پر کیئے جاتے ہیں وہ محض لغو ہیں جن کی لغویات کو مختصر طور سے یہاں
پر بیان کیا جانا ضروری ہے۔

شبہ اول جبرئیل کو حضرت صلعم کیونکر دیکھ سکتے ہیں وہ تو ہوا سے بھی زیادہ

لطیف ہیں اور ہوا کیب دکھائی دیتی ہے ۔

ردالشبہ ۔ سلنا کہ ہوا کو ہم دیکھ نہیں سکتے لیکن ہوا کے موجود ہونے کا علم ہم کو بذریعہ حس لمس وغیرہ کے ہے اور ایسا قطعی اور یقینی ہوتا ہے کہ رویت سے بھی بڑھ کر ہوجاتا ہے اور گرم یا سرد ہونے سے علم بھی قطعی ہوجاتا ہے۔ اس طرح پر ارواح مقدسہ انبیاء کو بھی علم ملائکہ اور جن وشیاطین سے اون کی تمیز بخوبی حاصل ہوتی ہے خواہ کسی تمثل ہی کے ساتھ ہو۔ پس جبکہ اس کی نظیر غیر مرئیات میں پائی جاتی ہے کہ وہ بھی دید سے بڑھ کر ہوجاتی ہیں تو پھر اوس قادر مطلق پر کیا بعید ہے کہ ارواح مقدسہ انبیاء اوس چشم بصیرت سے دیکھ لیویں جو اون کو عطا کی جاتی ہے۔ حضرت صلعم کی چشم بصیرت تو تمام انبیا سے بڑھ کر تھی وکان فضل اللہ علیک عظیما حضرت ابراہیم کے لیے بھی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض حضرت سید المرسلین تو اس عالم ملکوت میں بلکہ عالم لاہوت میں بھی شاہنشاہی کا مرتبہ حاصل رکھتے تھے۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل تو اس میں کیا استبعاد ہے بینوا توجروا ۔

شبہ دوم ۔ اللہ تعالی کی رویت کیونکر ہوسکتی ہے کہ وہ سمت اور جہت کے ہونے سے بھی منزہ ہے اور جسم تو ہو ہی نہیں سکتا اور مکان سے بھی وراء الورا ہے حالانکہ رویت کے واسطے یہ سب امور ضروری ہیں پس یہ قول کیونکر درست ہوسکتا ہے حالانکہ اُس معراج مندرجہ آیات میں بعض صحابہؓ اور اکابر علماء بھی رویت کے قائل ہوگذرے ہیں ۔

ردالشبہ ۔ جس قدر اس قسم کے اوہام ہیں وہ اس عالم محسوسات میں بسبب عادی ہوجانے کے پیدا ہوگئے ہیں کہ رویت کے لئے ایسے شرائط مندرجہ پیدا کر لیتے ہیں کہ جہت بھی ہو مکان بھی ہو اور مرئیات جسم بھی ہوں اور رائی مرئی کا تقابل بھی ہو

وکذا وکذا ۔ اس معترض سے اولاً ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ مثلاً قمر یا آفتاب کو صاف پاتے ہیں اگر اون کی طرف پشت بھی ہو تو وہ نظر آجاتے ہیں اگرچہ یہاں نہ جہت ہے نہ تقابل ہے کیونکہ آفتاب و ماہتاب تو دونوں ہی فوق السماء ہیں پھر وہ مذکورہ شرائط تقابل وغیرہ کہاں پائے جاتے ہیں

پھر ہم کہتے ہیں کہ جس قادر مطلق نے ہماری دونوں آنکھیں ایک خاص اوس موقع جسم پر پیدا کی ہیں جس کو کچھ علم اور معرفت اشیا کی بھی حاصل نہیں ہو سکتی تو وہ قادر مطلق اگر قلب میں جس میں عقل اور علم اور معرفت بھی پیدا کئے ہیں وہ بصر بھی پیدا کر دی اور جن اشیاء کو ہم غیر مرئی سمجھ رہے ہیں اون کی رویت علاوہ اون کے علم و معرفت کے بھی پیدا کر دیوے تو کیا بعید ہے یا اس کا عکس کر دیوے جیسا کہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں ثم ان النفوص دردفت ان محمدا صلعم رای ربه لفواده فجعل بصره فی فواده ادرا لا ببصره فجعل فواده فی بصره غرضکہ جو کوئی شخص صادق و مصدوق ہو کر کسی امر ممکن الوقوع کی خبر دیوے اوس کی تکذیب کیونکر ہو سکتی ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں ؎

کلام سرمدی بے نقل بشنید خداوند جہاں را بے جہت دید
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود دلش در چشم و چشمش در دلش بود

پھر نظر کرو عالم رویا کو کہ بغیر ان آنکھوں کے ہم دیکھتے ہیں اور بغیر ان کانوں کے ہم سنتے ہیں علی ہذا القیاس ۔ گو رویت الٰہی کا مسئلہ صحابہ رض میں بھی مختلف ہے بعض وقوع رویت کے حضرت صلعم کے لئے قایل ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رض وغیرہ اور بعض انکار کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رض وغیرہ مگر اس اختلاف سے امکان رویت تو ضرور ثابت ہو گیا

اور اگر ایسے تمثل کے طور پر مانا جاوے جو دراء الورا اون تمثلات کے ہو جو اکثر حضرت جبرئیل آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے تھے تو پھر بھی کوئی استبعاد باقی نہیں رہتا یا اس رویت کو اوس بصیرت سے مانا جاوے جو آپ کی

روح پر فتوح کو حاصل تھی اور اس میں کوئی دوسرا نبی مرسل اور ملک مقرب شریک نہیں ہوسکتا تو بھی کوئی شبہ پیدا نہیں ہوسکتا سچ فرمایا مسیح موعود نے ؎

شان احمدؐ را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
جز دل احمدؐ نے بینم دگر عرش عظیم

اے احسن کجا تو اور کجا یہ مسئلہ معراج خاموش باش ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

یہ ہے آپ کی نبوت کا مسئلہ جس کے ساتھ کوئی اولوالعزم نبی بھی مساوی نہیں ہو سکتا چہ جائے کسی اُمتی کی مگر طفیلی اور غلام ہو کر پھر کجا آقا اور کجا غلام۔ عندھا جنۃ الماوی اذ یغشی السدرۃ ما یغشی یعنی وہ رویت نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے تھی جس کے پاس جنت الماویٰ ہے جبکہ ڈھانک رکھا تھا سدرۃ المنتہیٰ کو جن تجلیات نے کہ ڈھانک رکھا تھا۔ ف۔ چونکہ ان آیات میں بیان معراج آں حضرت صلعم کا ہے لہذا اس کے معنی اور اس معراج سے جو مراد ہے مکرر عرض کی جاتی ہے واضح ہو کہ لفظ معراج مشتق عروج سے ہے بمعنی صعود کے ہے اور لفظ معراج جو صیغہ آلہ کا ہے اس کے معنی فارسی میں نردبان کے ہیں غرضکہ یہ نردبان کوئی لکڑی یا تختوں یا اینٹوں کی نہیں تھی حضرت صلعم کے مقامات دینی و دنیوی کو آپ پر ظاہر کیا گیا تھا گو اوائل اسلام میں اس معراج کا مسئلہ ضعیف الایمانوں کے لئے سمجھنا دشوار تھا جن کو ابتلا پیش آگیا تھا مگر الحمد للہ کہ ہمارے زمانہ تک، جس قدر امور کہ حدیثوں معراج میں مذکور ہیں وہ پیشین گوئیاں تھیں جو واقع ہوگئیں اور قیامت تک واقع ہوتی رہیں گی اور یہ بات علم احادیث رؤیا کے ماہروں پر پوشیدہ نہیں ہے خصوصاً جس شخص نے کتب رؤیا مثل تعطیر الانام وغیرہ دیکھی ہوں جو علم تعبیر رؤیا کا لغت ہے یا صحاح ستہ وغیرہ کے کتاب الرؤیا دیکھی ہوگی اس پر یہ امر مخفی نہیں

رہ سکتا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا تھا وہ تعبیر کے طور واقع ہو گیا اور واقعات کا انکار ہو نہیں سکتا پس یہ معراج حضرت خاتم النبیین کی ایک معجزہ عظیم الشان تھا جو کسی نبی کو نہیں دیا گیا کیونکہ احادیث معراج میں صدہا امور حضرت خاتم النبیین کو متعدد معراجوں میں دکھلائے گئے ہیں اور وہ واقع ہو چکے اور ہو رہے ہیں اور ہوں گے انشاءاللہ تعالیٰ مثلاً سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا۔ میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ سب کچھ واقع ہو گیا یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے ممالک حضرت کے خلفاء عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے وقت میں ہی مفتوح ہو کر قبضہ اہل اسلام میں آ چکے اور یہی تعبیر اور مراد تھی اس معراج کی علیٰ ہذا القیاس۔ دیگر امور جو معراج میں دکھلائے گئے اور آسمانوں کی معراج ہیں جو سدرۃ المنتہیٰ تک ہے اوس میں جس قدر واقعات مذکور ہیں اون سے مراد وہ علوم غیر متناہی قرآن مجید اور احادیث کے ہیں جو اس امت کو دیے گئے ہیں جو اور کسی امت میں عیسوی ہو یا موسوی وہ علوم غیر متناہی ہرگز ہرگز کہیں نہیں پائے جاتے اس کو میں متحدیانہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اس کا مدعی ہو تو میرے ذمہ اوّل اون علوم کی کتابوں کا دکھا دینا ہو گا اور خصم کو اپنے دین میں اوس علم کی کتاب کا دکھا دینا ہو گا کیونکہ میں یہ دعویٰ تو کرتا ہی نہیں کہ جو اس امت کو علوم کتاب سنت کے متعلق دی گئی ہیں اون سب سے میں واقف ہوں اذ یغشی السدرۃ ما یغشی اور فاوحی الی عبدہ ما اوحی جو ابہام تعظیم و تکریم کے لئے ہے وہ اون کی کثرت کی طرف ناظر ہے کیونکہ یہ علوم غیر متناہی کتاب و سنت کے انھیں تجلیات اور انوار الٰہی میں داخل ہیں جس کی طرف اذ یغشی السدرۃ ما یغشی اشارہ فرما رہا ہے بس اسی لئے اس کا نام معراج رکھا گیا ہے جس سے مراد قیامت تک کا عروج ہے جو دین اسلام کو حاصل ہوا اور ہوتا رہے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ ف۔ اس میں اگر کسی کو شک ہو تو وہ دیکھے

حقائق و معارف مندرجہ کتب تفاسیر و احادیث کو۔ اور اگر کوئی کتب حضرت مسیح موعود کو بھی دیکھے گا تو اوس کو بھی یہ مسئلہ معراج کا حل ہو جائے گا پس یہ معراج حضرت خاتم النبیین کی ایک ایسا معجزہ عظیم الشان ہے جو قیامت تک اس سے اسکات مخالف اسلام کا کیا جا سکتا ہے چہ جائے کہ اولٹا اس مسئلہ میں کچھ شک کیا جائے۔ لیکن ضد اور ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا مازاغ البصر وما طغیٰ لقد رای من ایات ربہ الکبریٰ۔ یعنی آن حضرت کی بینائی نے کسی قسم کی کجی نہیں کی اور نہ اعتدال سے تجاوز کیا۔ تحقیق بے شک دیکھے اپنے رب کے نشانات عظمت سمات اور قدرتوں کے نمونے بڑے بڑے یعنی اس معراج میں جو کچھ آپ نے دیکھا وہ سب فی الحقیقت اور واقعی ہی تھا خواہ آپ کی حیات ہی میں اُس کا وقوع ہوا یا آپ کی وفات کے بعد جیسا کہ فرمایا فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک اور وہ مرئیات آں حضرت صلعم کی اثبات نبوت کے لئے بڑے بڑے نشانات تھے جو قیامت تک اپنے وقوع سے مکذبین پر اتمام حجت کرتے رہیں گے ؎

در دیدہ کشید کحل مازاغ	نے زاغ نگاہ کرد نے باغ
مے راند براق عرش پرواز	تا حجلہ ناز و پردۂ راز
پس پردہ زپیش دیدہ برخاست	بے پردہ بدید آنچہ دل خواست

ہم نے یہاں پر جو کچھ مقدمہ معراج میں لکھا ہے اوس کو بطور اختصار کے مکرر بیان کئے دیتے ہیں کیونکہ اس زمانہ آخری میں روحانیت اور عالم ملکوت سے مناسبت بالکل نہیں ہے اور سوائے محسوسات کے غیر محسوسات کی تکذیب کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان میں ایک حالت نوم کی بطور نظیر کے کارخانہ نبوت کے ثبوت کے لئے ایسی پیدا کر دی ہے جس سے کوئی عقل انسانی اوس سے انکار نہیں کر سکتی وہ یہ کہ مثلاً سونے والا ایک خواب دیکھے کہ اوس کو

ایک سانپ یا بچھو نے کاٹا یا کاٹ رہا ہے اور اوس کے درد کے سبب چیخیں مار رہا ہے اور تڑپ رہا ہے اور اوسی قدر اوس کو ایذا پہونچ رہی ہے جیسا کہ جاگنے والے کو حالت بیداری میں کوئی سانپ یا بچھو کاٹے لیکن اوس کے پاس کے بیٹھنے والے نہ تو اوس کی چیخیں مارنا سنتے ہیں اور نہ اوس کا تڑپنا دیکھتے ہیں اور نہ اُن کو کوئی سانپ اور بچھو نظر آتا ہے لیکن اُس سونے والے کے نزدیک سانپ اور بچھو بھی موجود ہیں اور تکلیف اور درد اور تڑپ بھی اوس زہر سے اوس کے خیال میں ہے ویسی ہی سمیت جیسی کہ حالت بیداری میں ہوتی ہے علیٰ ہذالقیاس۔ اگر خواب کی حالت میں کوئی عاشق دیکھ رہا ہو کہ اوس کا معشوق اوس کی بغل میں موجود ہے اور سب طرح کی کمال لذت وصال اوس سے حاصل کر رہا ہے لیکن جاگنے والے اوس نائم کے پاس کسی کو بھی نہیں دیکھتے اور نہ اوس کی حرکات جو بحالت وصال اوس سے صادر ہو رہی ہیں وہ نظر آتی ہیں انہیں دونوں کی حالتوں کے ساتھ کارخانہ نبوت کا قیاس کر لیا جاوے اور دوزخ اور بہشت اور قبر کے عذاب و راحت کو اور اون تمام امور کو جن کی خبر حضرت سید المرسلین خاتم النبیین نے دی ہے جو سب کے سب واقعی اور حقیقتاً ہیں۔ سمجھے تو اوس میں کسی طرح کا تفاوت ذرہ بھر بھی واقع نہیں ہے اور جو متعلق آئندہ واقعات کے ہیں اون کا وقوع کسی عکسی رنگ میں جو رنگ کہ مناسب اون کی مرئیات کے ہے ضرور بالضرور ہونے والا ہے اور جو اخبار زمانہ ماضی کے متعلق ہیں وہ بھی ضرور ہو گذری ہیں اور جو اخبار کہ آپ کے زمانہ حال کے متعلق تھیں وہ بھی سب کے سب صحیح اور صادق تھیں اون میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں ہو سکتا ہاں البتہ بعض تمثلات عالم ملکوت یا عالم ارواح کی ایسی ہوتی ہیں کہ اوس کی تعبیرات میں فرق پڑ جاتا ہے کیونکہ وہ تعبیر انسان کے ذہن کی طرف سے کی جاتی ہے کہ اس کا تعلق بشریت سے ہے اور ثواب و عقاب یا امور کے تمثلات کی صورت کارخانہ مجازات

میں اس لیئے واقع ہوتی ہے کہ اوس میں بڑے بڑے اسرار ہوتے ہیں جیسا کہ
مثلاً افہام و تفہیم موافق اون کے محاورات کے یا عقول بشری کا امتحان کہ آیا اس
کی عقل محکمات کی طرف جاتی ہے یا متشابہات کی طرف سے وکذا وکذا من الحکم والمصالح
جیسا کہ فرمایا کہ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب واخر
متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة
وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا به
کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب فاذا رایتم الذین یتبعون ما
تشابه منه فاولئک الذین سماھم اللہ الذین فی قلوبھم زیغ فاحذروھم
متفق علیہ ۔

الحاصل رویا حضرت خاتم النبیین کی ضرور واقع ہو کر رہتی ہے کسی
رنگ میں واقع ہو یا کسی وقت ہو جیسا کہ لقد صدق اللہ رسوله الرویا بالحق
لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا
تخافون ۔ چونکہ سر منڈوانا اور بال کتروانا حج کے مناسک میں سے آخری عمل
ہے ۔ تو اس سے اس طرف اشارہ ہوا کہ تم باطمینان اعمال حج کے پورے
کرو گے تو صلح حدیبیہ کے وقت میں تو یہ حج بالکل ادا نہ ہوا لیکن تھوڑے ہی
دنوں کے بعد مکہ فتح ہو ہی گیا جیسا کہ سبحان الذی اسری بعبده لیلا من المسجد
الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من ایاتنا سے جو
جو مراد تھی ظاہر ہو گئی یعنی مسجد اقصی کی تعمیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں
واقع ہو ہی گئی اور اب تک یہ مسجد اقصی آباد ہے اور بنی اسرائیل کے وقت میں
یہ مسجد اقصی اتنی مدت تک آباد نہیں رہی تھی بلکہ چند مرتبہ تباہ ہو چکی تھی اور انشاء اللہ
تعالی اب بھی اللہ تعالی کے فضل و کرم سے امید ہے کہ یہ مسجد آباد ہی رہے گی ۔
غرضکہ جو کچھ خاتم النبیین کو دکھلایا گیا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا پس اس لحاظ
سے یہ معراج آپ کی صداقت کے لئے ایک عظیم نشان معجزہ ہے جو قیامت

تک باقی رہے گا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی
رسولہ محمد سید المرسلین وخاتم النبیین ﷺ

بعد حمد و نعت

کے عرض کیے گئے یہ خاکسار وہ خادم قدیم احمدیوں اور غیر احمدیوں کا ہے۔ جو مدت ۲۷ یا ۲۸
سال سے آپ کی خدمت کر رہا ہے غیر احمدیوں کا تو اس لئے خادم ہے کہ جن
علماء نے حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں تکفیر تک نوبت پہنچا کر کافر یعنی خارج
از اسلام قرار دے دیا تھا اور خاکسار نے اس الزام بیجا کے جواب میں دلائل
قاہرہ اور براہین باہرہ سے اعلام الناس ہر چہار حصہ اور تحذیر المومنین وغیرہ
کتابیں لکھ کر ایسا ساکت کیا کہ بڑے بڑے علماء مثل مولوی محمد حسین صاحب
جو بانی مبانی الزام تکفیر تھے وہ بھی ساکت رہے اور اب تک ساکت ہیں
میری کسی کتاب کا جواب عنایت نہیں فرمایا۔ اور ان کو ایسے گناہ سے
میں نے بچانا چاہا جس کی نسبت حدیث صحیح میں وارد ہے کہ فقد باء بہ
احدھما یہ کتنی بڑی خدمت غیر احمدیوں کی ہوئی اور احمدیوں اور حضرت
مسیح موعود کی خدمت اسی سے ظاہر ہے حاجت بیان نہیں

اب اخیر میں چونکہ میری عمر ایسی بتین شیخوخت کو پہنچ گئی ہے جو مجھ پر
ایک موت وارد ہوتی ہے اور پھر زندہ ہو جاتا ہوں۔ نہیں معلوم کہ کس وقت
حقیقی موت وارد ہو جاوے اس لئے اتماماً للحجت کل اہل اسلام کی خدمت میں
ایک حدیث عرض کرتا ہوں جس کے جملے یہ ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین نے
ایک بڑے مکاشفہ جلی میں جس کو معراج کہا جاوے معاینہ فرمایا کہ ایک آدمی
متصف بلیہ مندرجہ حدیث دو آدمیوں کے کندھے پر تکیہ لگائے
ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ آپ نے جو دریافت کیا کہ یہ کون
شخص ہے تو فرشتوں نے عرض کیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ انتہیٰ

موضع الحاجہ۔ اس حدیث میں میں کسی طرح کی تاویل نہیں کرتا ہوں۔ صرف
ترجمہ پر اکتفا کر کے یہ دریافت کرتا ہوں کہ ایک مسیح ابن مریم جو خانہ کعبہ کا طواف
کرتے ہوئے دو آدمیوں کے کندھے پر تکیہ لگائے ہوئے نبی کریم صلعم کے
کاشفہ میں معاینہ ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ تینوں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں
اب عرض یہ ہے کہ سب جانتے ہیں کہ اس کا مدعی ایک شخص قادیان کا رہنے
والا تھا اب واقعات کو دیکھو کہ ابتداء سے جس شخص نے کہ اُس کی تائید کی
اُن دونوں میں سے ایک تو بھیرہ کا رہنے والا تھا جو قادیان میں فوت ہو گیا
اور دوسرا آدمی جس نے خاص ابتداء دعویٰ سے اب تک ۵۰ یا ۶۰ چھوٹی بڑی
کتابیں لکھیں اور یہ کا رہنے والا ہے جواب تک موجود ہے۔
پس خانہ کعبہ کے طواف کے تم کچھ ہی معنی لو۔ مگر تم کو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ تینوں
شخص خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور جو لوگ ان کے مکذب ہیں اس وقت
میں وہ حقیقی طواف خانہ کعبہ کے نہیں ہیں۔ کیونکہ اوروں کو نہیں دیکھا یعنی۔ اور بھی
ہوں مگر یہ تینوں تو ضرور ہیں۔ یہ حدیث کے جملے جو اُس حدیث کے ہیں جو
متفق علیہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہے اور تمام کتب احادیث میں جو اُس
مد کی کتابیں ہیں موجود ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ خانہ کعبہ کے طواف کے اور لوگ
مدعی نہیں بلکہ سب اہل اسلام مدعی ہیں لیکن ضرور کہوں گا کہ مکذبین و مکفرین
اس طواف میں شریک نہیں ہیں بلکہ مصداق سے پارسا یار فتے در مخلوق۔ پشت بر
قبلہ می کنند نماز کے ہیں۔ کل علمائے اسلام مکذبین سے اس حدیث کے جواب کا
معہ حلیہ مندرجہ حدیث کے میں طالب ہوں معہ اُن واقعات کے جو ان فقروں حدیث
میں معہ حلیہ مندرج ہیں۔ اُن کا لحاظ کر کر جواب دیں یا تسلیم کریں یا ایسی متفق علیہ
حدیث کی نسبت کہہ دیں کہ ہم نہیں مانتے۔ باقی دیگر جملوں حدیث کی نسبت اگر کوئی صاحب سوال کریں گے
تو ان کے جواب دینے کیلئے میں تیار ہوں۔ فتح اسلام اوّل ایڈیشن اور اعلام الناس اوّل ایڈیشن کے شائع ہونے تک

قصیدہ جواب طلب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

للہ الحمد کہ احمد و مقامش محمود　　شافعم ہست کہ لیک گنہگار شدم

بعد ازیں عرض چنانست بخدمت احباب　　کہ دریں چند جمل باعث اظہار شدم

حسن سیرت بخط سبز مرا کرد اسیر　　دام ہم رنگ زمیں بود گرفتار شدم

من دریں قصہ بیعت کہ باصرار شدم　　بے خبر بودم ازیں وجہ طلبگار شدم

حسن ظن کردم و از تفرقہ اندیشیدم　　زیں سبب از پئے محمود میاں یار شدم

لیکن آنگہ کہ ز احوال خبردار شدم　　توبہ کردم کہ چرا بانی ایں کار شدم

چونکہ اظہار حق اندر دل حق بینم بود　　بعد از فکر و تامل کناں بیزار شدم

بدعقائد کہ در انوار خلافت ہستند　　للہ الحمد کہ رد کردہ پر انوار شدم

گر شما را نہ یقیں باشد ازیں قول حکیم　　پس ببینید مضامین کہ دربار شدم

آں چہ نسبت من بیدل بہ کتاب محمود　　گفتہ عوض تکرفتم نہ باضرار شدم

در براہین بکشف حضرت ظل احمد　　سید آل رسول و شہ ابرار شدم

در حدیثے کہ دراں ذکر مسیح است اد طواف　　ذکر من ہست بلے درج در اخبار شدم

زاں کتبہا کہ نوشتم پئے حضرت اقدس　　ہم مقرب شدم و داخل دربار شدم

در نماز جمعہ و عید امامت کردم　　مورد فضل ہم از ایزد غفار شدم

چوں مسیحا کہ مرا ایک ملکے از ملکیں　　کرد مشہور دریں وقت ز اسرار شدم

ایں ترقی و تنزل کہ مشاہد شماست　　موجبش چیست بگو سائل از سرکار شدم

زاں رسائل کہ نوشتم پئے تائید عیال　　از پئے دشمن بطالوی چوں خار شدم

سالہا شد کہ جوابش نشدہ از بطال　　مثلہ اعجاز شدہ یار در غار شدم

پس رسائل من ہم داخل اعجاز شدند　　زیں سبب حسینہ مفرد نیم النصار شدم

ہیچ کس نیست کہ روشن کند از لفظ کتاب — ورنہ ظاہر کہ قوی دشمن اشرار شدم

گر چنانم کہ مرا اہل غلو می دانند — پس مسیحا چہ شد ہر گہ کہ تبہ کار شدم

دوستاں عرض من اینست کہ کردم معروض — از پئے عفو شما موجب تکرار شدم

من بقول شما یک شبلی و فتنم اے خاں — عوضہا ترک نمودہ گل گلزار شدم

زیں سبب رحم و کرم شیوۂ من ہست قدیم — ور نصیحت نہ پذیرید پر آزار شدم

سرورا قول تو یاد است مرا تا ایں وقت — کہ ز انکار تو از سلسلہ بیکار شدم

من نہ خواہم کہ جوابم فقط اشعار بود — بلکہ باشد بہ دلائل کہ گہر بار شدم

ورنہ ہرگز نہ جوابش دہم و نے روش — زانکہ از آل رسول احمد مختار شدم

چوں ز عوعوئے سگی نور قمر را نہ ضرر — پس مرا چہ ولد حیدر کرار شدم

کیست آں کس کہ کند دعوئ این خیل خصماں — بیشک آید بر من زود کہ طیار شدم

آں وساوس کہ نویسند خلاف ثقلین — لابدم ہست کہ خاموش ز گفتار شدم

ہمچو شیرم و مخالف من مثل حمار — سبب ایں ہست کہ من احسن نظار شدم

نعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و محمد صلعم نبیا ؕ

جو شخص صبح کو تین مرتبہ اس کا اقرار کرے اور تین مرتبہ شام کو اقرار کرے۔ اللہ تعالیٰ اوس کو قیامت کے روز راضی کر کر چھوڑیگا۔ احمد۔ ابوداود

کیا حضرت مسیح موعود کی وحی اور حضرت خاتم النبیین صلعم کی وحی درجہ میں برابر ہے؟

حضرت مسیح موعود کا یہ الہام کہیں نہیں پایا جاتا کہ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی آپ کو الہام ہوا ہو یا نعوذ باللہ منہ یا ثم دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے مصداق ہونے کے آپ مدعی ہوئے ہوں یا دیگر آیات مندرجہ والنجم کے جو آپ کے فضائل میں

اس مضمون میں مندرج ہیں اون کے مصداق ہونے کے آپ مدعی ہوں
نعوذ باللہ منہ پس کون بدنصیب ایسا ہے کہ قرآن مجید اور حضرت مسیح
موعود کی وحی میں سوال کرنا تقدم تاخر کا ہی غلط ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا
کلام اور مسیح موعود کی وحی بھی اللہ ہی کا کلام ہے کہئے فلعنة اللہ علی الکاذبین
سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون بالآخر میں یہی آیت پڑھتا ہوں
ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل
المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا ؕ

محمد احسن عفی اللہ عنہ

۲۳ر دسمبر ۱۹۱۷ء